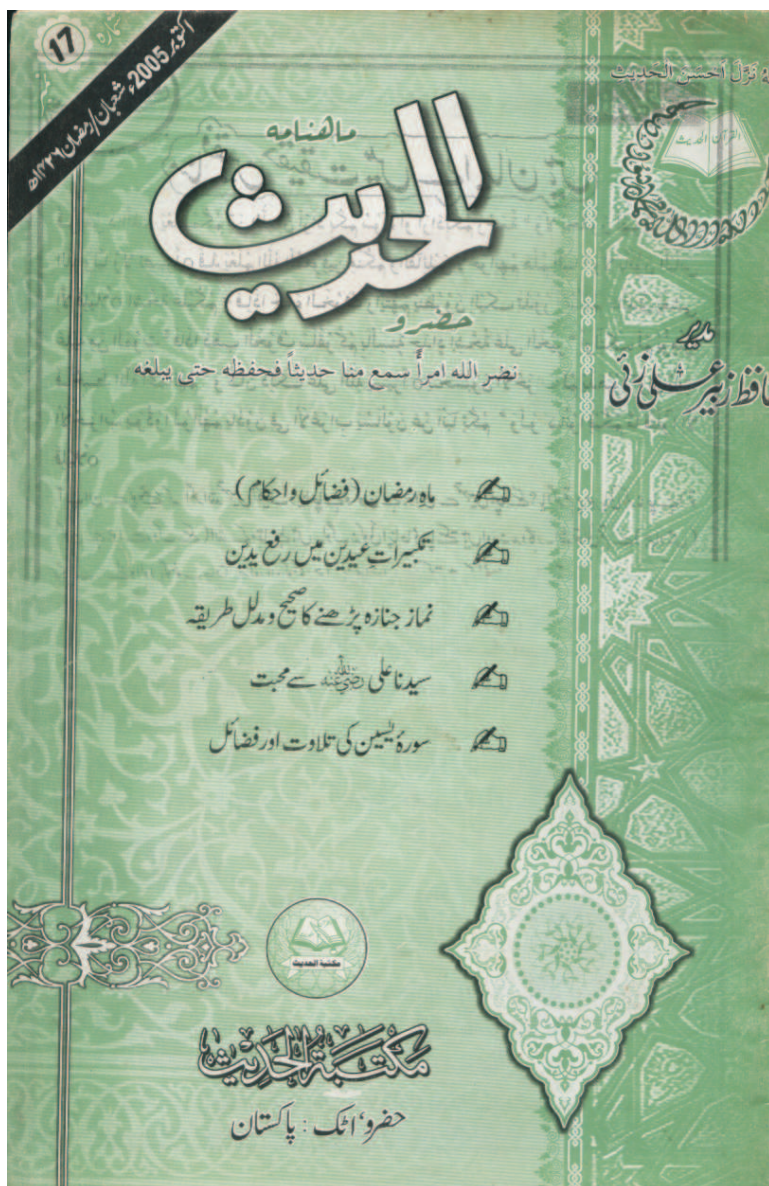


**MAKTABA TUL HADITH HAZRO**

By Alhadith at 11:48:41 PM, 2/25/2015



حافظ ندیم ظہیر

کلمۃ الحدیث

## خود بدلنے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں!

معاشرے کے اندر پھیلتے ہوئے ”روشن خیالی و اعتدال پسندی“ کے جڑوے اس قدر تیزی سے بھولے بھالے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں کہ میرا قلم ان کے تعاقب سے قاصر ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کو اپنی سوچ، فکر اور نظریے کے مطابق بنانا ان کا مقصد عظیم ہے۔ حتیٰ کہ شریعت اسلامیہ بھی ان نظریاتی کاوشوں سے محفوظ نہیں رہی۔ روشن خیالی کا راگ الاپنے والے دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اپنے خود ساختہ نظریے کے قالب میں ڈھالنا اپنی تگ و دو کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں بہت سے سکالر اور دانش ور مستعار مل جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے مفکرین کا مطمح نظر شہیدوں میں نام لکھانا ہوتا ہے۔ یہ حضرات شہرت کے بھوکے اور مال و متاع کے حریص ہوتے ہیں۔ ”چلو ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“ کے مصداق یہ لوگ زمانے کی زبان بولتے ہیں اور اپنے اکابرین کے کرتوتوں کو ”الدین یسر“ کے تحت ”اعمال صالحہ“ بنا کر پیش کرنے کی سعی نامراد کرتے ہیں۔ موسیقی، آلات طرب، اختلاط مردوزن اور مصوری جیسے غیر شرعی امور کی حلت پر فتوے ان کی تحریر و تقریر کا خاصہ ہیں۔

قارئین کرام! دین اسلام کو اس طرح سمجھنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا ۖ﴾ پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم (صحابہ)

ایمان لائے ہو تو انہوں نے ہدایت پائی۔ (البقرہ: ۱۳۷)

اپنی عقل، فہم اور لغات کا سہارا لے کر دین کو اپنی مرضی سے سمجھنا گمراہی ہے۔ بعض من چلتھری بیس میں ملبوس، کلین شیو (Clean shave) مخلوط مجالس و محافل (Functions) میں بے حیائی و فحاشی کی عکاسی کرتے ہوئے ایسے بھی نظر آتے ہیں جو اپنی اس چوری پرسینہ زوری سے کام لیتے ہوئے ﴿لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّينِ﴾ دین میں کوئی تنگی نہیں ہے (البقرہ: ۲۵۶) یا پھر ”الدین یسر“ دین آسان ہے (بخاری: ۳۹) سے باطل استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث متقاضی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کو بہتر بنایا جائے نہ کہ ان میں تحریفات اور غلط تاویلات کر کے اپنے غیر شرعی امور کو سنوارا جائے۔ ع

خود بدلنے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں!

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق



(۲۴) وعن معاذ ، قال : كنت ردف رسول الله ﷺ على حمار ، ليس بيني وبينه إلا مؤخرة الرحل ، فقال : (( يا معاذ ! هل تدري ما حق الله على عباده ؟ وما حق العباد على الله ؟ )) قلت : الله ورسوله أعلم - قال : (( فإن حق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئاً ، وحق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئاً )) فقلت : يا رسول الله ! أفلا أبشر به الناس ؟ قال : (( لا تبشروهم فيتكلوا )) متفق عليه -

(سیدنا معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ: میں، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (عفیر نامی) گدھے کے کباوے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف کباوے کی لکڑی ہی تھی۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے معاذ! کیا تجھے پتہ ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس بے شک، اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو کسی چیز میں (بھی) شرک نہیں کرتا۔ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: انہیں بشارت نہ دو ورنہ وہ اسی پر توکل کر لیں گے۔ (بخاری: ۲۸۵۶، مسلم: ۴۹، ۴۸، ۳۰ و دارالسلام: ۱۴۳، ۱۴۴)

### فقه الحديث:

۱: صرف اللہ ہی کی عبادت اور ہر قسم کے شرک سے مکمل اجتناب انتہائی اہم مسئلہ اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اس عظیم الشان عقیدے پر اہل توحید ساری زندگی ثابت قدم رہتے ہیں اور ہر وقت کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔  
۲: اللہ تعالیٰ کا اہل توحید سے یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اگر بعض موحدین کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا تو بعد میں ایک دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں جہنم سے نکال کر ابدی جنت میں داخل فرمائے گا۔

۳: ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے سے افضل انسان کا کما حقہ احترام کرے۔ تمام معاملات میں اپنے آپ کو اس سے برتر کرنے کے بجائے، اسے اپنے آپ پر ترجیح دے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر، چاہے وہ عوام میں سے ہو یا طبلاء میں سے، یہ لازم ہے کہ علماء حق کا احترام و ادب کرے۔

۴: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ نیک اعمال کرنا چھوڑ دیں۔ اسی وجہ سے اسے عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کی غلط فہمی، فتنے اور دیگر مضر اثرات کے خوف کی وجہ سے بعض نصوص صحیحہ کا عام لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے اور اگر بیان کیا جائے تو ان کی صحیح تشریح اور مفہوم بھی سمجھا دینا چاہئے۔

۵: اللہ کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق اس کی عبادت کی جائے۔ اللہ اور رسول (ﷺ) کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے۔ اگر اعمال صالحہ کو ترک کر کے اور کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی عبادت کی جائے تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی وزن نہیں ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۶: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی ممانعت کے باوجود یہ حدیث کیوں بیان کی تھی؟ اس کا ذکر آنے والی حدیث (۲۵) کے تحت آ رہا ہے۔ والحمد للہ

(۲۵) وعن أنس عن النبي ﷺ، ومعاذ رديفه علي الرحل، قال: ((يامعاذ!)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك - قال: ((يامعاذ!)) قال: لبيك يا رسول الله وسعديك - ثلاثاً - قال: قال: ((مأمن أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، صدقاً من قلبه إلا حرمه الله على النار)) - قال: يا رسول الله! أفلا أخبر به الناس فيستبشروا؟ قال: ((إذا يتكلموا)) - فأخبر بها معاذ عند موته تأثماً - متفق عليه

(سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک سواری پر نبی ﷺ کے پیچھے معاذ (رضی اللہ عنہ) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں اور آپ کی خوشی میرے لئے سعادت ہی سعادت ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جو کوئی بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اللہ اس پر (جہنم کی) آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: تو وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے۔

یہ حدیث (سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے بیان کی تھی۔

(البخاری: ۱۲۸۰ و مسلم: ۳۲۵۳ و دارالسلام: ۱۲۸)

### فقہ الحدیث:

۱: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت گناہ کے خوف سے یہ حدیث بیان فرمادی تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من كنتم علماً تلجم بلجام من نار يوم القيامة“ جو شخص علم چھپائے گا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۹۵، الموارد: ۹۵)







امام اہل سنت، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

”حدثنا يعقوب : حدثنا ابن أخي ابن شهاب عن عمه : حدثني سالم بن عبد الله أن عبد الله قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام إلى الصلوة يرفع يديه ، حتى إذا كنا نحذو منكبيه كبر ، ثم إذا أراد أن يركع رفعهما حتى يكونا حذو منكبيه ، كبر وهما كذلك ، ركع ، ثم إذا أراد أن يرفع صلبه رفعهما حتى يكونا حذو منكبيه ، ثم قال سمع الله لمن حمده ، ثم يسجد ، ولا يرفع يديه في السجود ، ويرفعهما في كل ركعة وتكبيرة كبرها قبل الركوع ، حتى تنقضي صلاته “ رسول الله صلى الله عليه وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے کہ آپ کے ہاتھ آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تکبیر کہتے ، پھر جب آپ رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے تھے کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہوتے۔ پھر جب آپ اپنی پیٹھ اٹھانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے تھے کہ آپ کے ہاتھ کندھوں کے برابر ہوتے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پھر آپ سجدہ کرتے اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے۔ آپ ہر رکعت میں اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے ، یہاں تک کہ آپ کی نماز پوری ہو جاتی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ ج ۱ ص ۳۱۵)

یہ سند حسن لذاتہ، صحیح لغيرہ ہے۔ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هذا سند صحيح على شرط الشيخين“ اور یہ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۱۳ ج ۲ ص ۶۴۰) اسے امام عبد اللہ بن علی بن الجارود النيسابوري رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ”المُنْتَقى“ میں یعقوب بن ابراہیم بن سعد کی سند سے روایت کیا ہے (ج ۸ ص ۱۷۸) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

”كتاب المنتقى في السنن مجلد واحد في الأحكام ، لا ينزل فيه عن رتبة الحسن أبداً إلا في لنادر في أحاديث يختلف فيها اجتهاد النقاد “ کتاب المُنْتَقى في السنن ، احکام میں ایک مجلد ہے ، اس کی حدیثیں حسن کے درجے سے کبھی نہیں گرتیں ، سوائے نادر احادیث کے جن میں ناقدین کی کوشش میں اختلاف ہوتا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۳۹)

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وأورد هذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فإنه لا يأتي إلا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع“ (ترجمہ از ناقل: ابن الجارود نے یہ حدیث منقحی میں درج کی ہے۔ پس یہ ان کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ وہ صرف صحیح روایتیں ہی لاتے ہیں جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع کے دیباچہ میں لکھا ہے) (دیکھئے: بوار النواذر (ص ۱۳۵))

يعقوب بن ابراهيم کی سند سے یہی روایت امام دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے بیان کی ہے (سنن الدارقطنی ۱۱۰۴/۲۸۹)

اب اس حدیث کے راویوں کی توثیق پیش خدمت ہے۔

۱: يعقوب بن ابراهيم بن سعد = ثقة فاضل من رجال السنة (تقریب التہذیب: ۸۱۱/۷)

۲: محمد بن عبد اللہ بن مسلم، ابن انخی الزہری = صدوق حسن الحدیث، وثقة الجہو ر من رجال السنة۔

ابن انخی الزہری کے بارے میں جرح و تعدیل کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

**جاریں اور ان کی جرح:** ابن انخی الزہری پر درج ذیل محدثین کی جرح منقول ہے۔

- |     |                 |   |
|-----|-----------------|---|
| (۱) | یحییٰ بن معین   | [ضعیف]  |
| (۲) | ابو حاتم الرازی | [لیس بقوی یکتب حدیثہ]                                 |
| (۳) | العقیلی         | [ذکرہ فی الضعفاء]                                     |
| (۴) | ابن حبان        | [ردی الحفظ، کثیر الوهم، یخطئ عن عمہ فی الروایات إلخ]  |
| (۵) | الدارقطنی       | [ضعیف]  |
| (۶) | النسائی         | [لیس بذلك القوی، عنده غیر ما حدیث منکر عن الزہری (؟)] |
- ملخصاً من تہذیب التہذیب (دار الفکر ۲۴۸/۹، ۲۴۹) وغیرہ۔

ابن انخی الزہری کی توثیق درج ذیل محدثین سے منقول ہے۔

- |     |         |   |
|-----|---------|---|
| (۱) | ابن عدی | [ولم أربح حدیثہ بأساً إذا روى عنه ثقة] (اکامل ۳۶۳/۷)        |
| (۲) | البخاری | [احتج به فی صحیحہ]  |
| (۳) | مسلم    | [احتج به فی صحیحہ، صحیح مسلم: ۱۴۴۹ و ترقیم دار السلام ۳۵۸۹] |
| (۴) | الساہی  | [صدوق، تفرد عن عمہ بأحدیث لم یتابع علیہا] (تہذیب: ۲۴۹/۹)    |
| (۵) | الذہبی  | [صدوق صالح الحدیث وقد انفرد عن عمہ بثلاثة أحادیث]           |
|     |         | (میزان: ۷۷۴۳)   |
| (۶) | ابن حجر | [صدوق له أوہام] (تقریب: ۶۰۴۹)                               |
| (۷) | الترمذی | [صحیح له] (الترمذی: ۱۱۸۸)                                   |

- (۸) البوصیری [صحیح لہ] (زوائد ابن ماجہ: ۱۳۹۷)  
(۹) ابن الجارود [روى له فى المنتخب] (المنتقى: ۱۷۸)  
(۱۰) البوعینم الاصمبانی [روى له فى صحيحه المستخرج] (المستخرج: ۳/۱۲۰ ح ۲۳۵۶)  
(۱۱) ابو عوانہ [روى له فى صحيحه] (المستخرج: ۳/۳۱۲)  
(۱۲) الفضلاء المقدسی [روى له فى المختارة] (المختارة: ۲۲۵۸ ح ۲۲۲۶/۱۱)  
(۱۳) البغوی [صحیح لہ] (شرح السنة: ۱۱/۸۸ ح ۲۷۱۵)  
(-) ابوداود [ثقة] (اس کا راوی ابوعبیدہ الآجری مجہول ہے)  
(-) احمد بن حنبل [یثني عليه] (اس کا راوی ابوعبیدہ الآجری مجہول ہے)  
(-) یحییٰ بن معین [یثني عليه] (اس کا راوی ابوعبیدہ الآجری مجہول ہے)  
ملخصاً من تہذیب التہذیب (۲۸۰، ۲۷۹/۹) وغیرہ،

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک ابن انی الزہری ثقہ و صدوق، صحیح الحدیث و حسن الحدیث ہے۔ یاد رہے کہ ثقہ و صدوق راوی کی جن روایات میں وہم و خطا بذریعہ محدثین ثابت ہو جائے تو وہ روایتیں مستثنیٰ ہو کر ضعیف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ابن انی الزہری کی ”فانتھی الناس عن القراءة معہ“ والی روایت کی سند میں غلطی اور وہم ہے، دیکھئے مسند احمد (۵/۳۲۵ ح ۲۲۹۲۲ الموسوعة الحدیثیہ مع التخریج) و کتاب القراءات للبیہقی (۳۲۶، ۳۲۵)

فائدہ: ابن انی الزہری کی عن الزہری عن سالم عن ابیہ والی سند صحیح بخاری (۴/۵۵۷) و صحیح مسلم (۴/۱۲۷) میں موجود ہے۔  
تنبیہ: (۱) ہر تکلیف کے ساتھ رفع یدین والی روایت مذکورہ میں ابن انی الزہری کی متابعت محمد بن الولید الزبیدی نے کر رکھی ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

- ۳: محمد بن مسلم الزہری = متفق علی جلالته و اتقانه من رجال الستة (التقریب: ۶۲۹۶)  
امام زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے لہذا اس روایت میں تدلیس کا الزام مردود ہے۔  
۴: سالم بن عبد اللہ بن عمر = أحد الفقهاء السبعة و كان ثباتاً عابداً من رجال الستة (التقریب: ۲۱۷۶)  
۵: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ = صحابی مشہور من رجال الستة (التقریب: ۳۳۹۰)  
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ابن انی الزہری کی وجہ سے حسن لذاتیہ (یعنی حجت و مقبول) ہے۔

### ابن انی الزہری کی متابعت

ابن انی الزہری رحمہ اللہ رفع یدین والی اس روایت میں تنہا راوی نہیں ہیں بلکہ (محمد بن الولید) الزبیدی (ثقة ثبت من كبار أصحاب الزهري من رجال البخاري و مسلم و أبي داود و النسائي و ابن ماجه و التقریب: ۶۳۷۲) نے ان کی متابعت تمامہ کر رکھی ہے لہذا ابن انی الزہری پر اس روایت میں اعتراض سرے سے فضول ہے



والحمد للہ۔

الزبیدی کی متابعت والی روایت سنن ابی داود (۷۲۲) سنن الدار قطنی (۲۸۸۱ ح ۱۰۹۸) واسنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۳، ۲۹۲/۳) میں موجود ہے۔ الزبیدی سے یہ روایت بقیہ بن الولید نے بیان کی ہے اور بقیہ سے ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔

ابن الترمذی نے مخالفت برائے مخالفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بقیہ بن ولید پر ابن حبان، ابومسہر اور سفیان بن عیینہ کی جرح نقل کی ہے (الجوہر النقی ۲۹۳، ۲۹۲/۳) جس کا جواب کچھ تفصیل سے عرض ہے۔۔

بقیہ بن الولید المحمسی رحمہ اللہ (التحقیقات النقیۃ فی توثیق بقیہ)

اس مضمون میں راوی حدیث بقیہ بن الولید رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین کرام کی جرح و تعدیل کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

بقیہ کے بارے میں مروی جرح درج ذیل ہے۔

- |                       |  |
|-----------------------|--|
| (۱) سفیان بن عیینہ    | [ لا تسمعو ا من بقیہ .... إلخ ]                |
| (۲) العقیلی           | [ ذکرہ فی الضعفاء ]                            |
| (۳) ابوجاتم الرازی    | [ لا یحتج بہ ]                                 |
| (۴) ابومسہر الغسانی   | [ بقیہ ، أحادیثہ لیست نقیۃ فکن منها علی تقیۃ ] |
| (۵) ابن خزیمہ         | [ لا أحتج ببقیۃ ]                              |
| (۶) الجوزجانی         | [ وبقیۃ ضعیف الحدیث ، لا یحتج بحدیثہ ]         |
| (۷) عبدالحق الشیبلی   | [ لا یحتج بہ ]                                 |
| (۸) ابن القطان القاسی | .....  |
| (۹) الذہبی            | .....  |
| (۱۰) ابن حزم          | [ ضعیف ]                                       |
| (۱۱) البیہقی          | [ أجمعوا علی أن بقیۃ لیس بحجۃ ]                |
| (-) الساجی            | [ فیہ اختلاف ]                                 |
| (-) الخلیلی           | [ اختلفوا فیہ ]                                |

ملخصاً من تہذیب التہذیب (۴۷۸-۴۷۹) وغیرہ

الساجی اور الخلیلی کا کلام تو جرح ہی نہیں ہے۔ بعض دوسرے علماء سے بھی بقیہ کی مدلس (عن والی) روایات اور مجہولین وضعفاء سے روایات پر جرح منقول ہے، اس جرح کا کوئی تعلق بقیہ کی عدالت اور ضبط (حافظے) سے نہیں ہے۔

بقیہ کی توثیق درج ذیل ہے۔

- (۱) ابواسحاق الفزازی [خذوا عن بقیة ما حدثکم عن الثقات] (الترمذی: ۲۸۵۹)
- (۲) عبداللہ بن مبارک [صدوق اللسان] (صحیح مسلم: ۴۳/۱ دارالسلام)
- (۳) ابوزرعہ الرازی [وإذا حدث عن الثقات فهو ثقة] (البحر والتمذیل: ۴۳۵/۲)
- (۴) یحییٰ بن معین [ثقة] (تاریخ عثمان الدارمی: ۱۹۰)
- (۵) العجلی [ثقة ما روى عن المعروفین] (تاریخ العجلی: ۱۶۰)
- (۶) مسلم [أخرج له في صحيحه] (صحیح مسلم: ۴۲۹/۱۰۱ نوادر عبدالباقی)
- (۷) یعقوب بن شبیبہ [صدوق ثقة ما روى عن المعروفین] (تاریخ بغداد: ۱۲۶/۷)
- (۸) الخطیب البغدادی [وكان صدوقاً] (تاریخ بغداد: ۱۲۳/۷)
- (۹) محمد بن سعد [وكان ثقة في روايته عن الثقات] (الطبقات: ۴/۲۶۹)
- (۱۰) الترمذی [صحح له في سننه] (الترمذی: ۱۶۶۳، ۱۶۳۵)
- (۱۱) ابن عدی [إذا روى عن الشاميين فهو ثبت] (الکامل: ۲/۲۷۶)
- (۱۲) ابن شاپین [ذكره في الثقات] (الثقات: ۱۳۹)
- (۱۳) احمد بن حنبل [وإذا حدث بقية عن المعروفین مثل بحیر بن سعد قبل  
(الضعفاء للعقيلي: ۱۶۲/۱)]
- (۱۴) ابن حبان [فرأيت ثقة مأموناً ولكنه كان مدلساً] (المجروحین: ۲۰۰/۱)
- (۱۵) ابن حجر [صدوق كثير التدليس عن الضعفاء] (التقریب: ۷۳۳)
- (۱۶) ہیثمی [وهو ثقة مدلس] (مجمع الزوائد: ۱۹۰/۱)
- (۱۷) العراقی [قال في حديث يواسنا ده جيد] (تخریج الاحیاء: ۱۵۴/۲، الصحیح: ۱۶۹۱)
- (۱۸) المنذری [وثقه] (الترغیب والترہیب: ۱۲۵/۳، الصحیح: ۳۵۳)
- (۱۹) الحاکم [مأمون مقبول] (المستدرک: ۲۷۳/۲ ح ۱۰۸، انیزدیکھنے: ۲۸۹/۲ ح ۱۰۶۲)
- (۲۰) الذہبی [وقال في حديثه بعلى شرط مسلم] (تلخیص المستدرک: ۲/۶۱۶)
- (۲۱) البخاری [استشهد به في صحيحه] (صحیح بخاری: ۷۰۷)
- (۲۲) ابوالاحمد الحاکم [ثقة في حديثه إذا حدث عن الثقات بما يعرف  
(تہذیب: ۴۷۷/۱، مصححاً)]
- (۲۳) شعبہ [دوى عنه] (شعبہ لا يروى إلا عن ثقة عنده: تہذیب: ۵۰۴/۱)

- (۲۴) ابن خلفون [ ذکرہ فی الثقات ] (حاشیہ تہذیب الکمال: ۳۶۹/۱)  
(۲۵) الربیع [وکان صدوقاً] (نصب الراية: ۴۸/۱)  
(۲۶) الدارقطنی [ثقة] (کتاب الضعفاء والمترکین: ۶۳۰)  
(۲۷) الجوزجانی [فاذا أخذت حديثه عن الثقات فهو ثقة] (احوال الرجال: ۳۱۲)  
(۲۸) یعقوب بن سفیان [فهو ثقة إلخ] (المعرفة والتاريخ ۴۲۴/۲ وتاريخ دمشق: ۲۷۰/۱۰)  
(-) علی بن المدینی [صالح فيما روى عن أهل الشام] (تاريخ بغداد ۱۲۵/۷ وسنده ضعيف)  
(-) التسانی [إذا قال حدثنا وأخبرنا فهو ثقة] (تہذیب التہذیب: ۴۷۵/۱ وسنده ضعيف)

(-) ابن الترمذی!! [هو صدوق وقد صرح بالتحديث] (الجوہر النقی: ۱۲۷/۱)  
نیز دیکھئے توضیح الکلام (۳۱۷-۳۲۱)  
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک بقیہ بن الولید ثقہ و صدوق ہے۔ جب وہ ثقہ راویوں سے سماع کی تصریح کے ساتھ روایت بیان کرے تو اس کی روایت صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ حافظ المنذری فرماتے ہیں:  
”ثقة عند الجمهور لكنه مدلس“ وہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لیکن مدلس ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۶۸)  
حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ:

”وثقه الجمهور فيما سمعه من الثقات“ جمہور نے اسے ان روایات میں ثقہ قرار دیا ہے جو اس نے ثقہ راویوں سے سنی ہیں (الکشف: ۱۰۶/۱، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶،

تنبیہ (۲): بقیہ کی (محمد بن الولید) الزبیدی سے روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ (۱۴۲۹/۱۰۱)

تنبیہ (۳): امام ابوالاحمد الحاکم (صاحب الکنی) بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ثقة في حديثه إذا حدث عن الثقات بما يعرف لكنه ربما روى عن أقوام مثل الأوزاعي والزبيدي وعبيد الله العمري أحاديث شبيهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبد الرحمن ويوسف بن السفر وغيرهما من الضعفاء ويسقطهم من الوسط ويروونها عن من حدثوه بها عنهم“  
جب وہ ثقہ راویوں سے معروف (یعنی مصرح بالسماع) روایتیں بیان کرے تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ لوگوں مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبد الرحمن اور یوسف بن السفر وغیرہا ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں۔ وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۷۷)

اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ بقیہ مدلس راوی ہے لہذا اگر وہ سماع کی تصریح کر کے ثقہ راویوں سے حدیث بیان کرے تو اس میں وہ ثقہ ہے اور اگر اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ بن عمر العمری سے بغیر تصریح سماع کے، تدلیس کرتے ہوئے عن والی روایات بیان کرے تو یہ روایتیں ضعیف، مردود اور موضوع ہوتی ہیں۔ اس جرح کا تعلق صرف تدلیس سے ہے جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے۔ بعض الناس نے پندرہویں صدی ہجری میں اس جرح کو مطلق قرار دینے کی کوشش کی ہے جس کا باطل ہونا واضح ہے۔

تنبیہ (۴): بقیہ تدلیس الترویہ کے الزام سے بری ہے۔ بقیہ سے تدلیس الترویہ کرنا ثابت نہیں ہے دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۴/۱۱۷) والضعیفۃ للشیخ الألبانی رحمہ اللہ (۱۰۵/۱۲ ح ۱۱۲-۵۵۵۷) وعجالة الراغب المتضمن للشيخ سليم الهلالي (۷۶۳ ح ۸۷۶/۲)

جدید محققین مثلاً شیخ محمد ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ نے بقیہ کی مصرح بالسماع والی روایتوں کو حسن قرار دیا ہے۔ جناب عبدالرؤف بن عبد المنان بن حکیم محمد اشرف سندھو صاحب ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”اس کی سند بقیہ بن الولید کی وجہ سے حسن درجے کی ہے۔ حاکم، ذہبی اور بوسیری نے مصباح الزجاجة (۴۶۶) میں اس کو صحیح کہا ہے“ (القول المقبول ص ۶۲۰ ح ۵۶۸) نیز دیکھئے القول المقبول (ص ۱۹۴ ح ۱۰۸)

اگر کوئی کہے کہ محدث عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”مگر یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ واقع ہیں اور یہ مدلس و ضعیف ہیں اور باوجود ضعیف ہونے کے اس جملہ کے ساتھ یہ متفرد ہیں ان کے سوا کوئی اور اس جملہ کو روایت نہیں کرتا ہے...“ (القول السدید فیما يتعلق بتکبیرات العید ص ۷۱)

اول: نہ جمہور محدثین کی تحقیق کے خلاف ہے۔

دوم: خود محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے بقیہ کا ذکر کیا ہے یا سنن الترمذی میں بقیہ کا ذکر آیا ہے مگر انہوں نے بذات خود اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ دیکھئے تحفۃ الاحوذی (ج ۱ ص ۹۷ ح ۹۲، ج ۳ ص ۵۱۳ ح ۱۶۲۳، ج ۳ ص ۷۷۷ ح ۱۶۲۳، ج ۳ ص ۷۷۷ ح ۱۶۲۳) لہذا معلوم ہوا کہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی جرح ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی کی رُو سے منسوخ ہے۔

سوم: مبارکپوری رحمہ اللہ کا قول ”اس جملے کے ساتھ یہ مفرد ہیں“ قطعاً غلط ہے کیونکہ ابن انخی الزہری نے بھی یہی جملہ بیان کر رکھا ہے۔

پاکستان کے مشہور محقق اور اہل حدیث کے نامور عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بقیہ بن الولید کا زبردست دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”یہ اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہے جب سماع کی صراحت کرے تو قابل حجت ہے۔ بالخصوص جب کہ شامی شیوخ سے روایت کرے“ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۳۱۹ ماب: بلقہ بن الولید بر جرح کا جواب)

تنبیہ (۵): اگر کوئی یہ کہے کہ امام زہری کے دوسرے شاگرد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کرتے ہیں۔ تو عرض ہے کہ الزبیدی (ثقة) اور ابن النخعي الزہری (صدوق) کا یہ روایت بیان کرنا حجت ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگر ایک ثقہ و صدوق راوی ایک روایت سند و متن میں زیادت کے ساتھ بیان کرے، جب کہ دوسرے بہت سے ثقہ و صدوق راوی یہ زیادت بیان نہ کر س تو اسی زیادت کا اعتبار ہوتا ہے۔ (والتراباة من الثقة مقبولة)

مثال (۱): کفی بالمرء کذباً أن يحدث بكل ما سمع، والی حدیث کو (صرف) علی بن حفص المدائنی نے موصولاً بیان کیا ہے (صحیح مسلم: ۵/۵۵ و ترجمہ دار السلام: ۸، سنن ابی داود: ۴۹۹۲، تعلیقات الدارقطنی علی المجرح و حین لابن حبان ص ۴۱، والمعلق علیہ حائل)

یاد رہے کہ صحیح مسلم کے ایک نسخے کی سند میں تحیف ہو گئی ہے جس کی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم لگا ہے، دیکھئے

اصحیہ (۲۰۲۵) صحیح مسلم طبعہ ہند (ج ۱ ص ۸۰)

مثال (۲): صحیح بخاری میں محمد بن عمرو بن حلحہ عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت میں صرف ایک رفع یدین کا ذکر ہے (البخاری: ۸۲۸) جبکہ سنن ابی داؤد (۷۳۰) وغیرہ میں عبد الحمید بن جعفر عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت میں رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت (کل جارج مقامات بر) رفع یدین کا ثبوت ہے۔ یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ثقہ کی زیادات

معتبر و مقبول ہے۔ بشرطیکہ ثقہ راویوں یا اوثق کے من کل الوجہہ سراسر خلاف نہ ہو۔

## متن کی بحث

ابن الترمذی نے بعض الناس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایت میں عیدین کا طریقہ مذکور نہیں ہے بلکہ عام نماز کی طرح ہے۔

عرض ہے کہ اس روایت میں درج ذیل مقامات پر رفع یدین کی صراحت موجود ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ

(۲) رکوع سے پہلے

(۳) رکوع کے بعد

(۴) ہر رکعت میں

(۵) رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں (دیکھئے یہی مضمون، شروع)

حدیث صحیح کے الفاظ دوبارہ پیش خدمت ہیں:

”ویرفع یدین فی کل رکعة وتکبیرة کبرها قبل الركوع حتی تنقضى صلاته“

ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر رکعت میں اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پوری ہو جاتی (مسند احمد: ۱۳۴/۲)

اب سوال یہ ہے کہ عیدین کی تکبیرات رکوع سے پہلے ہوتی ہیں یا رکوع کے بعد ہوتی ہیں؟ اگر پہلے ہوتی ہیں تو ضرور بالضرور اس حدیث کے عموم میں شامل ہیں۔

امام بیہقی نے بقیہ بن الولید کی حدیث کو تکبیرات عید اور ”باب السنۃ فی رفع الیدین کما کبر للركوع“ دونوں جگہ ذکر کیا ہے (السنن الکبری: ۲۹۲/۳، ۸۳/۲) معلوم ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اس حدیث سے رفع یدین عند الركوع اور رفع یدین فی العیدین دونوں جگہوں پر ثابت ہے۔ والحمد للہ

## ایک اہم بات

ہم بحمد اللہ اہل حدیث یعنی سلفی اہل حدیث ہیں۔ قرآن و حدیث واجماع کو حجت سمجھتے ہیں۔ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم معتبر سمجھتے ہیں جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔ آثار سلف صالحین سے استدلال اور اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔

حدیث مذکور سے درج ذیل سلف صالحین نے تکبیرات عیدین پر استدلال کیا ہے

(۱) امام بیہقی رحمہ اللہ [السنن الکبری: ۲۹۲/۳، ۲۹۳/۳ باب رفع الیدین فی تکبیر العید]



(۲) الامام محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری [التلخیص الحیبر: ۸۶/۲ ج ۶۹۲] سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس استدلال کا رد نہیں کیا لہذا محدث مبارکپوری اور محدث البانی رحمہما اللہ کا نظریہ، سلف صالحین کے استدلال کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مولوی محمد افضل اثری (صاحب مکتبۃ السنۃ کراچی) لکھتے ہیں کہ:

”جیسا کہ امام بیہقی اور امام (ابن) منذر کا استدلال ذکر کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی ”تلخیص الحیبر“ 145 بحوالہ المرعاة 341/2 لکھتے ہیں: ”والأولی عندی ترک الرفع لعدم ورود نص صریح فی ذلک، ولعدم ثبوت صریحاً بحديث مرفوع صحیح۔ یعنی میرے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ رفع یدین درزوائد تکبیرات نہ کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں صریح قسم کی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی صراحۃً مرفوع صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے۔ یہی بات علامہ شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری، مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہم اللہ تعالیٰ، علامہ البانی حفظہ اللہ نے ذکر کی ہے کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی صریح حدیث ثابت و وارد نہیں ہے“ (ضمیمہ ہدیۃ المسلمین ص ۹۷ طبع غیر شرعیہ)

اس بیان میں محمد افضل اثری صاحب نے غلط بیانی کرتے ہوئے حافظ ابن حجر العسقلانی سے وہ قول منسوب کر دیا ہے جس سے حافظ ابن حجر بالکل بری ہیں۔ دیکھئے التلخیص الحیبر (ج ۲ ص ۸۶ ج ۶۹۲) اس صریح غلط بیانی کا دوسرا نام کذب و افتراء ہے۔ صاحب مرعاة المفاتیح (الشیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ) کے قول کو حافظ ابن حجر کا قول بنا دینا اگر کذب و افتراء نہیں تو پھر کیا ہے؟

یاد رہے کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری، مولانا عبید اللہ مبارکپوری اور شیخ البانی رحمہم اللہ کے اقوال و ”تحقیقات“ در تکبیرات عیدین، امام عطاء بن ابی رباح، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سلف صالحین کے مقابلے میں اور مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

**خلاصۃ التحقیق:** اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن انخی الزہری اور بقیہ والی روایت صحیح ہے۔ اور اس سے تکبیرات عیدین میں رفع یدین پر استدلال بالکل صحیح ہے۔ واللہ

**سلف صالحین کے آثار**

اب تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی مشروعیت پر سلف صالحین کے آثار پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی الشافعی رحمہ اللہ = ولید بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

”قلت للأوزاعی بخارفع یدی کر فعی فی تکبیرة الصلوة؟ قال: نعم، ارفع یدیک مع کلہن“ میں نے اوزاعی سے کہا: کیا میں (عید میں) رفع یدین کروں، جیسے میں نماز میں رفع یدین کرتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں تمام

تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرو۔ (احکام العیدین للفریابی: ۳۶ اور اسنادہ صحیح)  
(۲) امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ = ولید بن مسلم سے روایت ہے کہ:  
”سألت مالک بن أنس عن ذلك فقال نعم، ارفع يديك مع كل تكبيرة ولم أسمع فيه شيئاً“  
میں نے مالک بن انس سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرو، اور میں  
نے اس میں کچھ بھی نہیں سنا۔ (احکام العیدین: ۱۳۷، اور اسنادہ صحیح)  
تنبیہ: امام مالک کا ”ولم أسمع فيه شيئاً“ دو باتوں پر ہی محمول ہے۔  
اول: میں نے اس عمل کے بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔

دوم: میں نے اس عمل کے مخالف کوئی حدیث نہیں سنی۔  
اول الذکر کے بارے میں عرض ہے کہ اگر امام مالک نے بقیہ بن الولید اور ابن اخی الزہری کی حدیث اور عطاء بن ابی  
رباع تابعی کا اثر نہیں سنا تو یہ بات ان دلائل کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے۔  
تنبیہ: (۲): مجموع شرح المہذب للنووی (۲۶/۵) الاوسط لابن المنذر (۲۸۲/۴) اور غیر مستند کتاب المدونہ  
(۱۶۹/۱) وغیرہ میں اس اثر کے خلاف جو کچھ مروی ہے وہ بے سند و بے اصل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔  
(۳) امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ = دیکھئے کتاب الام (ج ۱ ص ۲۳۷)  
(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ = دیکھئے مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داود (ص ۶۰)  
(۵) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ = دیکھئے تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری: ۲۲۸۴)  
معلوم ہوا کہ مکہ، مدینہ اور شام وغیرہ میں سلف صالحین تکبیرات عیدین میں رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔ ان کے  
مقابلے میں محمد بن الحسن الشیبانی (کذاب کتاب الضعفاء للعقيلي: ۵۲۴، وسندہ صحیح، الحدیث حضور: ۷ ص ۱۷) سے  
تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی مخالفت مروی ہے، دیکھئے کتاب الاصل (۳۷۵، ۳۷۶) والاوسط لابن  
المنذر (۲۸۲/۴) سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ وہ تکبیرات مذکورہ میں رفع یدین کے قائل نہیں تھے  
(مجموع: ۲۶/۵ والاوسط: ۲۸۲/۴) یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔  
بعض خفیوں نے بغیر کسی سند متصل کے ابو یوسف قاضی سے تکبیرات عیدین میں رفع یدین نہ کرنا نقل کیا ہے۔ یہ نقل دو وجہ  
سے مردود ہے۔

(۱) بے سند ہے۔

(۲) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے بارے میں امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ:  
”ألا تعجبون من يعقوب، يقول علي مالا أقول“ کیا تم لوگ یعقوب (ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے، وہ

میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (التاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۲۱۰ وفیات: عشر إلى تسعين ومايز  
ورسنادہ حسن ولہ شواہد ”فالطبر صحیح“ انظر تحفة الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء ص ۱۲۲ ات ۲۲۵) معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ  
اپنے شاگرد قاضی ابویوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ زوائد تکبیرات عید میں رفع یدین کے قائل تھے۔ (مصنف  
عبدالرزاق ج ۲۹ ص ۵۶۹۹) اس روایت کے مرکزی راوی عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔ سفیان  
ثوری مدلس نے عبدالرزاق کی متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۹۳) یہ روایت ان دونوں سندوں کے ساتھ  
ضعیف ہے۔

اختتام بحث: تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنا بالکل صحیح عمل ہے۔ محدث مبارکپوری، شیخ البانی رحمہما اللہ اور بعض الناس  
کا اس عمل کی مخالفت کرنا غلط اور مردود ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۷ صفر ۱۴۲۶ھ)

#### فضل اکبر کا شمیری

### تکبیرات عید

عیدہ گاہ کو جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنا ثابت ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۷۰ وسندہ حسن)  
تکبیرات کے الفاظ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہیں، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ  
سے ثابت ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن صبح سویرے ہی مسجد سے عید گاہ کی طرف جاتے تھے اور  
عید گاہ تک آپ اونچی تکبیریں کہتے تھے۔ آپ اس وقت تک تکبیریں کہتے رہتے تھے جب تک امام (نماز پڑھانے  
کے لئے) نہ آ جاتا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۷۰ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تکبیر کے یہ الفاظ ثابت ہیں: اللہ اکبر کبیراً، اللہ اکبر کبیراً، اللہ  
اکبر وأجل اللہ اکبر ولله الحمد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۵۶۵۴ وسندہ صحیح)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں تکبیر سکھاتے تھے: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہم أنت أعلی  
وأجل من أن تكون لك صاحبة أو يكون لك ولد أو يكون لك شريك في الملك أو يكون لك ولي  
من الذل وكبره تكبیراً اللہ اکبر تكبیراً (کبیراً) اللہم اغفر لنا اللہم ارحمنا“ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱  
ص ۲۹۵ ح ۲۰۵۸۱ وسندہ صحیح) امام عبدالرزاق نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۶  
تابعی صغیر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کانوا یکبرون يوم عرفة وأحدہم مستقبل القبلة فی  
الصلوة: اللہ اکبر، اللہ اکبر لا إله إلا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر ولله الحمد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲  
ص ۱۶۷ ح ۵۶۴۹ وسندہ صحیح)

اسلاف سے ثابت شدہ مذکورہ الفاظ میں سے جو بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ



### کیا امام ابو حنیفہ تابعی تھے؟

**سوال:** کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی تھے؟ اور کیا کسی صحابی سے ان کی ملاقات صحیح سند سے ثابت ہے؟  
(صفدر نذیر ولد منظور الہی دکاندار بھکر)

**الجواب:** الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین ، اما بعد :

اس مسئلے میں علمائے کرام کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی نہیں تھے۔ ان دونوں گروہوں کے نظریات پر تبصرہ کرنے سے پہلے دو اہم ترین بنیادی باتیں پیش خدمت ہیں۔

**اول:** جس کتاب سے جو قول یا روایت بطور دلیل نقل کی جائے، اُس کی سند صحیح لذاتہ یا حسن لذاتہ ہو، ورنہ استدلال مردود ہوتا ہے۔

**دوم:** صحیح دلیل کے مقابلے میں تمام ضعیف اور غیر ثابت دلائل مردود ہوتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہی کیوں نہ ہو۔

اس تمہید کے بعد فریقین کے نظریات پیش خدمت ہیں۔

فریق اول: خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

”النعمان بن ثابت أبو حنیفة التیمی امام أصحاب الرأي وفقیہ أهل العراق ، رأى أنس بن مالك وسمع عطاء بن أبي رباح .۔۔۔“

یعنی: نعمان بن ثابت، ابو حنیفہ التیمی، اہل الرائے کے امام اور عراقیوں کے فقیہ، آپ نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے (روایات وغیرہ کو) سنا ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۳، ۳۲۴، ۲۹۷) بعد والے بہت سے علماء نے خطیب رحمہ اللہ کے اس قول پر اعتقاد کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے العلل المتناہیۃ لابن الجوزی (۱۲۸/۱۹۶) بعض لوگوں نے ابن الجوزی کے قول کو دارقطنی سے منسوب کر دیا ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ دیکھئے

المحاث (۲۹۳/۲)

فریق دوم: ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ کا انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے سماع (سننا) صحیح ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا: ”لا ولا رؤیتہ، لم یلحق أبو حنیفۃ أحدًا من الصحابة“ نہیں، اور نہ ابوحنیفہ کا انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا ثابت ہے بلکہ ابوحنیفہ نے تو کسی صحابی سے (بھی) ملاقات نہیں کی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۸ ت ۱۸۹۵ وسندہ صحیح) [سوالات السبھی للدارقطنی (ص ۲۶۳ ت ۳۸۳)، العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواہیۃ لابن الجوزی (۶۵/۱ تحت ح ۷۴)]

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی سے بہت پہلے امام دارقطنی رحمہ اللہ اس بات کا صاف صاف اعلان کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے نہ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ان سے ملاقات کی ہے۔

تنبیہ: جلیل القدر معتدل امام دارقطنی رحمہ اللہ کا سابق بیان علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب ”تبییض الصحیفۃ فی مناقب الإمام أبي حنیفۃ“ میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔

(ص ۱۰ بتعلیق محمد عاشق الہی برنی دیوبندی)

یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ذیل الالہی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذات خود علامہ سیوطی کو حافظ ابن الجوزی کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔ بہر حال امام دارقطنی سے ثابت شدہ قول کے مقابلے میں سیوطی وابن الجوزی وغیرہما کے حوالے مردود ہیں۔

ان دونوں (خطیب و دارقطنی) کے اقوال میں متقدم و اوثق ہونے کی وجہ سے دارقطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

فریق اول کی معرکتہ الآراء دلیل: جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی مانتے یا منواتے ہیں وہ ایک معرکتہ الآراء دلیل پیش کرتے ہیں۔

محمد بن سعد (کاتب الواقدی) نے (طبقات میں) کہا: ”حدثنا أبو الموفق سيف بن جابر قاضي واسط قال: سمعت أبا حنیفۃ يقول: قدم أنس بن مالك الكوفي ونزل النخع وكان يخضب بالحمرة، قد رأيته مراراً“

(عقود الجمان فی مناقب العمان ص ۴۹، الباب الثالث واللفظ له، تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱۶۸/۱ ت ۱۶۳، مناقب أبي حنیفۃ وصاحبیه أبي يوسف ومحمد بن الحسن للذہبی ص ۷۷، ۸)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو کوفہ میں

دیکھا۔

عرض ہے کہ اس روایت کا بنیادی راوی سیف بن جابر مجہول الحال ہے۔ اُس کی توثیق کسی مستند کتاب میں نہیں ملی، دیکھئے التتکیل بمافی تأنیب الکوثری من الأباطیل للمعلی (ج ۱ ص ۷۹ تا ۳۴) تبصرة الناقد (ص ۲۱۸، ۲۱۹) واللحاحات إلی مافی انوار الباری من الظلمات (ج ۲ ص ۷۷)

دوسرے یہ کہ یہ روایت ابن سعد کی کتاب ”الطبقات“ میں موجود نہیں ہے۔ اسے حاکم کبیر ابوالاحمد محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق (متوفی ۳۷۸ھ) نے درج ذیل سند و متن سے روایت کیا ہے۔

”حدثني أبو بكر بن أبي عمرو المعدل ببخاري: حدثني أبو بكر عبد الله بن محمد بن خالد القاضي الرازي الحبال قال: حدثني عبد الله بن محمد بن عبيد القرشي المعروف بابن أبي الدنيا: نا محمد بن سعد الهاشمي صاحب الواقدي: نا أبو الموفق سيف بن جابر قاضي واسط قال: سمعت أبا حنيفة يقول: قدم أنس بن مالك الكوفة ونزل النخع وكان يخطب بالجهر<sup>(۱)</sup> قدر أئنته مراراً“ (كتاب الأسماء والكنى للحاكم الكبير ۴/۷۴ باب أبي حنيفة)

اس روایت کے راوی ابو بکر بن ابی عمرو کی توثیق نامعلوم ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ سند نہ تو ابن سعد سے ثابت ہے اور نہ امام ابو حنیفہ سے ثابت ہے، لہذا اسے ”فانہ صح“ کہنا غلط ہے۔

اس کے علاوہ تابعیت امام ابو حنیفہ ثابت کرنے والی موضوع روایات اخبار ابی حنیفہ للصری وجامع المسانید للبخاری وکتب مناقب میں بکثرت موجود ہیں جن کا دارودار احمد بن الصلت الحمانی وغیرہ جیسے کذاہین و مجہولین و مجروحین پر ہی ہے۔ ان روایات پر تفصیلی جرح کے لئے التتکیل اور اللحاحات کا مطالعہ کریں۔

فریق دوم کی معرکتہ الآراء دلیل: امام معتدل ابوالاحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

”ثناء عبد الله بن محمد بن عبد العزيز: حدثني محمود بن غيلان: ثنا المقرئ: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أفضل من عطاء وعامة ما أحدثكم خطأ“ ابو حنیفہ نے فرمایا: میں نے عطاء (بن ابی رباح، تابعی) سے زیادہ افضل کوئی (انسان) نہیں دیکھا اور میں تمہیں عام طور پر جو حدیثیں بیان کرتا ہوں وہ غلط ہوتی ہیں۔ (الکامل ۳/۷۷ و الطبعة الجدة ۲۳۷/۸ و سندہ صحیح)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (الأسانید للصحیح فی أخبار الإمام أبي حنيفة قلمي ص ۲۹۰)

عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی مطلقاً ثقہ ہیں (سیر أعلام النبلاء ۱۴/۴۵۵) جمہور محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

(الأسانید للصحیح ص ۱۲۴) ان پر سلیمانی وابن عدی کی جرح مردود ہے۔ محمود بن غیلان ثقہ ہیں (تقریب التہذیب: ۶۵۱۶)

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقرئ ثقہ فاضل ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۳۷۱۵)



اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی عبد اللہ بن محمد البغوی سے روایت کر رکھا ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۸ و سندہ صحیح)  
عبد اللہ بن محمد البغوی دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ: ”حدثنا ابن المقري: نا أبي قال: سمعت أبا حنيفة  
يقول: ما رأيت أفضل من عطاء وعامة ما (أ) حدثكم به خطأ“ (مسند علی بن الجعد ۲/۷۷۷ ح ۲۰۶۲،  
دوسرے نسخہ: ۱۹۷۸ و سندہ صحیح)  
اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ ثقہ ہے۔ (الترغیب: ۶۰۵۴) عبد اللہ بن یزید المقرئ ثقہ فاضل ہے جیسا کہ ابھی گزرا  
ہے۔ ابویحییٰ عبد الحمید بن عبد الرحمن الحماني فرماتے ہیں کہ: ”سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أحداً أكذب  
من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح“ میں نے ابو حنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے جابر  
الجعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (العلل الصغیر للترمذی ص  
۸۹۱ و سندہ حسن، مسند علی بن الجعد، روایت عبد اللہ البغوی ۲/۷۷۷ ح ۲۰۶۱، دوسرے نسخہ: ۱۹۷۷ و سندہ حسن، الکامل لابن  
عدی ۲/۵۳۷، دوسرے نسخہ: ۳۲۷/۲ و سندہ حسن، وعنه البيهقي في كتاب القراءات خلف الإمام ص ۱۳۴ تحت ح ۳۲۱، دوسرے نسخہ  
ص ۱۵۷ تحت ح ۳۴۵ و سندہ حسن)

ابویحییٰ الحماني صدوق حسن الحدیث ہے۔ (تحریر تقریب التہذیب ۲/۳۰۰ ص ۳۷۷) باقی سند بالکل صحیح ہے۔  
ان صحیح اسانید سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحابی رسول) کو بالکل نہیں  
دیکھا، ورنہ وہ یہ کبھی نہ فرماتے کہ ”میں نے عطاء (تابعی) سے افضل کوئی نہیں دیکھا“

یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ہر صحابی ہر تابعی سے افضل ہوتا ہے۔ جب امام صاحب نے خود اعلان فرما دیا ہے  
کہ انہوں نے عطاء تابعی سے زیادہ افضل کوئی انسان نہیں دیکھا تو ثابت ہو گیا کہ انہوں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے  
تفصیل کے لئے محقق اہل حدیث مولانا محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ کی کتاب اللحات پڑھ لیں۔

**خلاصة التحقيق:** امام ابو حنیفہ تابعی نہیں ہیں، کسی ایک صحابی سے بھی ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے  
میں خطیب بغدادی وغیرہ کے اقوال مرجوح و غلط ہیں اور اسماء الرجال کے امام ابوالحسن الدارقطنی کا قول و تحقیق ہی رائج  
اور صحیح ہے۔ محمد بن عبد الرحمن السخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ: ”وقسم معتدل كأحمد والدارقطني وابن  
عدي“ اور محدثین کرام کا ایک گروہ معتدل ہے جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی، یعنی یہ تینوں معتدل تھے۔ (المستکون  
فی الرجال ص ۱۳۷)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: ”وقسم كالبخاري وأحمد وأبي زرعة وابن عدي معتدلون منصفون“  
اور محدثین کا ایک گروہ مثلاً بخاری، احمد بن حنبل، ابوزرعة (رازی) اور ابن عدی معتدل و منصف تھے۔

(ذکر من یعمد قولہ فی الجرح والتعديل ص ۱۵۹)

تنبیہ: حافظ ذہبی نے کتاب ”الموقفہ“ میں امام دارقطنی کو بعض اوقات متساہل قرار دیا ہے۔ (ص ۸۳)  
یہ قول خطیب بغدادی و عبد الغنی ازدی و قاضی ابوالطیب الطبری وغیرہم کی توثیق و ثنا کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے  
مردود ہے۔ دارقطنی، عیسیٰ، ابن خزیمہ اور ابن الجارود کا متساہل ہونا ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۱ ربيع الثاني ۱۴۲۶ھ)

☆.....☆.....☆

### سورہ یس کی تلاوت اور فضائل

**سوال (۱):** جو شخص صبح سورت یس کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی دن کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔ اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے۔ (ملخصاً از مکتوب حبیب اللہ استاد کندھی مغلوئی، پشاور)

**جواب:** یہ روایت سنن الدارمی (ج ۲ ص ۴۵۷ ح ۳۴۲۱ وطبعہ تحقیقہ ح ۳۴۶۱) میں ”عطاء بن ابی رباح (تابعی) قال: بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال“ کی سند سے موجود ہے۔ اور دارمی ہی سے صاحب مشکوٰۃ نے (ح ۲۱۷۷) نقل کی ہے۔

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ”بلغنی“ کا فاعل نامعلوم ہے۔

سورہ یس کی فضیلت میں درج ذیل مرفوع روایات بھی ضعیف و مردود ہیں۔

۱۔ ”إن لكل شئ قلباً وقلب القرآن یس ومن قرأ یس كتب الله له بقرأتها قراءة القرآن عشر مرات“ (جامع ترمذی ح ۲۸۸۷ من حدیث قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ و تبلغی نصاب ص ۲۹۲ فضائل قرآن ص ۵۸) امام ترمذی اس روایت کے ایک راوی ہارون ابو محمد کے بارے میں فرماتے ہیں ”شیخ مجہول“ لہذا یہ روایت ہارون مذکور کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ج ۱ ص ۲۰۲ ح ۱۶۹)

امام ابو حاتم الرازی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کا راوی: مقاتل بن سلیمان (کذاب) ہے (علل الحدیث ج ۲ ص ۵۶ ح ۱۶۵۲) جبکہ سنن ترمذی و سنن الدارمی (ج ۲ ص ۴۵۶ ح ۳۴۱۹) تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۱۶۷) میں مقاتل بن حیان (صدوق) ہے۔ واللہ اعلم

درج بالا روایت کا ترجمہ جناب زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی نے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

”ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے۔ قرآن شریف کا دل سورہ یس ہے جو شخص سورہ یس پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے“

۲۔ اس باب میں سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ والی روایت کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ ”ولا یصح من قبل إسناده وإسناده ضعیف“ [ترمذی: ۲۲۸۸۷]

۳۔ ”إن لكل شيء قلباً وقلب القرآن یس“ (کشف الاستار عن زوائد البزارج ص ۸۷ ج ۲ ص ۳۳۰ من حدیث عطاء عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”وحمید هذا مجهول كما قال الحافظ في التقريب وعبد الرحمن بن الفضل شيخ البزار لم أعرفه“ (الضعیفہ ج ۱ ص ۲۰۴)

یعنی اس کا (بنیادی) راوی حمید (الکلی مولیٰ آل علقمہ/تفسیر ابن کثیر ۵/۵۷۰) مجہول ہے جیسا کہ حافظ (ابن حجر) نے تقریب التہذیب میں کہا ہے اور بزار کے استاد: عبد الرحمن بن الفضل کو میں نے نہیں پہچانا۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت دوراویوں کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴۔ ”من قرأ یس فی لیلة أصبح مغفوراً لہ“ الخ

(مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۹۳، ۹۴ ج ۲ ص ۶۳۲ وغیرہ من طریق هشام بن زیاد عن الحسن قال: سمعت ابی ہریرۃ بہ)

اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔ هشام بن زیاد متروک ہے (تقریب ص ۳۶۲ ت: ۷۲۹۲)

۵۔ ”من قرأ یس فی لیلة ابتغاء وجه الله غفر له في تلك الليلة“ (الدارمی ج ۳ ص ۳۲۰ وغیرہ)

اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حسن بصری کی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

۶۔ ”من قرأ یس فی لیلة ابتغاء وجه الله غفر له“

(صحیح ابن حبان: موارد الظمان ج ۲ ص ۶۶۵ وغیرہ عن الحسن (البصری) عن جندب رضی اللہ عنہ بہ)

اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابو حاتم رازی نے کہا: ”لم یصح للحسن سماع من جندب“ (المراہیل ص ۴۲) نیز دیکھئے حدیث سابق: ۵

۷۔ ”من قرأ یس ابتغاء وجه الله تعالى غفر له ماتقادم من ذنبه فافروها عند موتاكم“ (البیہقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۵۸۸ من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ)

اس کی سند ایک مجہول راوی: ابو عثمان غیر النہدی اور اس کے باپ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یہ روایت مختصراً مسند احمد (۲۷، ۲۶/۵) مستدرک الحاکم (۵۶۵/۱) اور صحیح ابن حبان (الاحسان ۲۶۹/۷ ح ۲۹۹۱ و نسخہ محققہ ج: ۳۰۰۲) و سنن ابی داؤد (۳۱۲۱) و سنن ابن ماجہ (۱۴۳۸) میں موجود ہے، اس حدیث کو امام دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند احمد (۱۰۵/۴) میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔

۸۔ ”مَنْ قَرَأَ يَسَّ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ“ (حلیۃ الاولیاء ج ۴/۱۳۰ من حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) اس کی سند ابو مریم عبدالغفار بن القاسم الکوفی کی وجہ سے موضوع ہے۔ ابو مریم مذکور کذاب و ضاع تھا۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۵۰، ۵۱)

۹۔ ”مَنْ قَرَأَ يَسَّ عَدَلَتْ لَهُ عَشْرِينَ حِجَّةً وَمَنْ كَتَبَهَا ثَمَّ شَرِبَهَا أَدْخَلَتْ جَوْفَهُ أَلْفَ يَقِينٍ وَأَلْفَ رَحْمَةٍ وَنَزَعَتْ مِنْهُ كُلَّ غُلٍّ وَدَاءٍ“ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۳۶) من حدیث الحارث (الأعور) عن علی بہ ”یہ روایت حارث اعور کے شدید ضعف (مع تدلیس ابی اسحاق) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۱۰۔ ”لَوَدِدْتُ إِنَّهَا فِي قَلْبِ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أُمَّتِي يَعْنِي يَسَّ“

(الہمز ار: کشف الاستار ۳/۸۷ ح ۲۳۰۵ من حدیث ابن عباس)

اس کا راوی ابراہیم بن الحکم بن ابان ضعیف ہے۔ (تقریب: ۱۶۲)

۱۱۔ ”مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يَسَّ وَهُوَ فِي سُكْرَاتِ الْمَوْتِ أَوْ قَرِيبَ عِنْدِهِ جَاءَهُ خَازِنُ الْجَنَّةِ بِشَرْبَةٍ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ فَسَقَاهَا إِيَّاهُ وَهُوَ عَلَى فَرَّاشِهِ فَيَشْرَبُ فَيَمُوتُ رَيَّانٌ وَيَبْعَثُ رَيَّانٌ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى حَوْضٍ مِنْ حَيَاضِ الْأَنْبِيَاءِ“ (الوسیط للواحدی ۵۰۹/۳)

یہ روایت موضوع ہے۔ یوسف بن عطیہ الصفار متروک (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۸۷۲) اور ہارون بن کثیر مجہول ہے دیکھئے لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۱۸)

۱۲۔ ”مَنْ قَرَأَ يَسَّ فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ“ (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۴۵۹)

یہ روایت حسان بن عطیہ کی وجہ سے مرسل ہے، اسماعیل بن عیاش مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین: ۳/۶۸)

۱۳۔ ”سُورَةُ يَسَّ تَدْعِي فِي التَّوْرَةِ الْمُنْعَمَةَ۔۔۔“ الخ

(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۴۶۵ والضعفاء للعقيلي ج ۲ ص ۱۴۳، الامالی للشجرى ج ۱ ص ۱۱۸ تاریخ بغداد للخطیب ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۸۸ والموضوعات لابن الجوزی ص ۳۴۷ ج ۱ تبلیغی نصاب ص ۲۹۳، ۲۹۴ فضائل قرآن ص ۵۸، ۵۹)

اس روایت کی سند موضوع ہے محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر الحجد عانی متروک الحدیث ہے اور دوسرے کئی راوی مجہول ہیں امام بیہقی فرماتے ہیں ”وہو منکر“ امام عقیلی نے بھی اسے منکر قرار دیا ہے۔ اس کی ایک دوسری سند تاریخ بغداد اور الموضوعات لابن الجوزی میں ہے۔ اس کا راوی محمد بن عبد بن عامر السمرقندی کذاب اور چور تھا۔

۱۲۔ ”انی فرضت علی امتی قراءۃ یس کل لیلة فمّن دام علی قراءتھا کل لیلة ثم مات مات شہیداً“ (الأمالی للبخاری ج ۱ ص ۱۱۸)

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے کئی راویوں مثلاً عمر بن سعد الوقاہی، ابو حفص بن عمر بن حفص اور ابو عامر محمد بن عبد الرحیم کی عدالت نامعلوم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سورت یاسین کی فضیلت کی تمام مرفوع روایات ضعیف و مردود ہیں۔ امام دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”حدثنا عمرو بن زرارۃ: حدثنا عبد الوہاب: حدثنا راشد أبو محمد الحماني عن شهر بن حوشب قال: قال ابن عباس: من قرأ یسّ حین یصبح، أعطی یسر یومہ حتی یمسی، ومن قرأھا فی صدر لیلة أعطی یسر لیلتہ حتی یصبح“

ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی: ہمیں راشد ابو محمد الحماني نے حدیث بیان کی، وہ شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت یاسین پڑھے تو اسے شام تک آسانی عطا ہوگی۔ اور جو شخص رات کے وقت یاسین پڑھے تو اسے صبح تک آسانی عطا ہوگی (یعنی اس کے دن و رات آرام و راحت سے گزریں گے) [سنن الدارمی ۱/۴۵۷ ج ۳۴۲۲ دوسرا نسخہ: ۳۴۶۲ و سندہ حسن] اس روایت کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) عمرو بن زرارہ: ثقة ثبت [تقریب التہذیب: ۵۰۳۲]

(۲) عبد الوہاب الثقفی: ثقة تغیر قبل موتہ بثلاث سنین [التقریب: ۴۲۶۱] لکنہ ما ضر تغیرہ حدیثہ فإنہ

ماحدث بحديث فی زمن التغير [میزان الاعتدال ۲/۶۸۱]

(۳) راشد بن نجیح الحماني: صدوق ربما أخطأ [تقریب التہذیب: ۱۸۵۷] و حسن له البوصيري

[زوائد ابن ماجہ: ۳۳۷۱] یہ حسن الحدیث راوی ہے۔

(۴) شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے، جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے (کما حققته فی کتابی: تخریج النہایۃ فی الفتن و الملاحم ص ۱۱۹، ۱۲۰) حافظ ابن کثیر اس کی ایک روایت کو حسن کہتے ہیں (مسند الفاروق ج ۱ ص ۲۲۸) میری تحقیق میں یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ واللہ اعلم خلاصہ یہ کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

مترجم:

حافظ عبدالحمید ازہر

مصنف:

الشیخ عبدالمحسن العباد

## اتباع کتاب و سنت

اعتقادی، فعلی اور قولی بدعات:

بدعات کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ اعتقادی بھی ہوتی ہیں، قولی بھی اور فعلی بھی۔ اور فعلی بدعات میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق جگہوں کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔

اعتقادی بدعات کی مثالوں میں سے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلہ وغیرہ کی بدعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کا زیادہ تر اعتقاد علم کلام پر اور کچھ جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایات پر ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۹۵/۲) میں لکھتے ہیں: ”تمام علاقوں کے فقہاء محدثین کا اجماع ہے کہ علم کلام پر اعتماد کرنے والے بدعتی اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور ان تمام حضرات کے نزدیک بدعتیوں کا شمار علماء کے طبقات میں سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ علماء کا لقب صرف ان کے لئے ہے جو احادیث و آثار کے علم سے وابستہ ہوں اور ان میں فقہ استنباط میں مصروف ہوں اور اسی میں تخصص اور مہارت کے اعتبار سے ان کے مراتب ہوں۔“

قولی بدعات میں بول کر نیت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں نیت کرتا ہوں کہ اتنی نماز پڑھوں، میں آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

اس سے صرف حج اور عمرہ کے مناسک مستثنیٰ ہیں۔ عمرہ کرنے والا کہتا ہے ”لبیک عمرہ“ چنانچہ حج افراد کرنے والا کہتا ہے ”لبیک حجاً“ اے اللہ! میں حج کے ارادے سے لبیک کر رہا ہوں اور قرآن کرنے والا کہتا ہے ”لبیک عمرہ و حجاً“ اس لئے کہ سنت میں اس کا ثبوت وارد ہے۔

اسی قسم سے کسی کی جاہ یا ذات کا واسطہ دے کر دعا کرنا ہے۔ اس طرح کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت سنت میں وارد نہیں ہیں۔ قولی بدعات میں سے بعض کفریہ بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً قبروں میں مدفون لوگوں کو پکارنا، ان سے مدد کا خواستگار ہونا اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا طلبگار ہونا۔ اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جاسکتیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

اور یہ کہ مسجد اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ [الحج: ۱۸]

نیز فرمایا:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَلِيلِ مَّا



تَذَكُّرُونَ ﴿

بھلا کون لاچار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے! ہرگز نہیں! مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔ [النمل: ۶۲] جہاں تک اس کے مرتکب کو کافر قرار دینے کا معاملہ ہے تو ایسا اس پر اتمام حجت کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔ اہل علم میں سے ایک بڑی جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔ تطہیر الاعتقاد و شرح الصدور کے مقدمہ میں، میں نے ان میں سے سات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے سرفہرست امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ہیں اور آخر میں امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ ہیں۔

عملی بدعات مکانی بھی ہیں اور زمانی بھی۔ مکانی بدعات یعنی جن کا تعلق مقامات کے ساتھ ہے ان میں سے ایک قبروں پر بطور تبرک ہاتھ پھیرنا اور انہیں بوسہ دینا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مجموع شرح المہذب (۲۰۶/۸) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد بنائی گئی دیوار کو بوسہ دینے اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ”عوام کا کثیر تعداد میں مخالف شرع کاموں میں مبتلا ہونے سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے اس لئے عمل صحیح احادیث پر اور (ان کی روشنی میں) علماء کے فتاویٰ پر ہوتا ہے عوام کے ایجاد کردہ اعمال اور ان کی جہالتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ہمارے اس حکم (دین) میں ایسے کام کا اضافہ کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔ [صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸] اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُ“ میری قبر کو عید (میلہ گاہ) نہ بنالینا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو (اس حدیث کو ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے) [سنن ابی داؤد: ۲۰۴۲ و اسنادہ حسن] فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے، جس کا معنی یہ ہے: ”ہدایت کے راستے اختیار کرو اور ان پر کاربند رہو ان پر چلنے والے اگر تعداد میں کم ہوں گے تو بھی تم پر کچھ ضرر نہیں۔ گمراہی کے راستے پر چلنے سے بچو اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد سے دھوکا نہ کھاؤ۔“ (۱) اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہاتھ وغیرہ سے ان کو چھونا زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی بھول اور جہالت ہے اس لئے کہ برکت شریعت کے مطابق عمل میں ہے۔ حق کی مخالفت میں فضیلت اور برکت کہاں؟“ (مجموع ۲۷۵/۸)

زمانی یعنی اوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی بدعات میں سے ایک میلاد کے نام سے تقریبات ہیں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت، یہ چوتھی صدی ہجری کی ایجادات میں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفاء اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی وارد نہیں بلکہ تابعین اور اتباع تابعین سے بھی کچھ مروی نہیں۔ پہلی تین صدیاں اس بدعت کے ایجاد ہونے سے پہلے گزر گئیں۔ اس عرصہ میں تالیف ہونے والی کتابیں میلاد (منانے)

(۱) اس قول کی سند کا مجھے علم نہیں ہے۔ (واللہ اعلم) [ز۔ع]

کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہ بدعت چوتھی ہجری میں ایجاد ہوئی۔ عبیدی جو مصر کے حاکم تھے، اس کے موجد ہیں۔ تقی الدین احمد بن علی المقریزی اپنی تالیف المواعظ بذکر الخط والاعمار (۴۹۰ھ) میں لکھتے ہیں:

”فاطمیوں کے ہاں سارا سال میلے اور جشن جاری رہتے۔ انہوں نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ انہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مولود، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا مولود اور خلیفہ وقت کا مولود بھی شامل تھے۔“

ابن کثیر اپنی تالیف البدایہ والنہایہ میں ۵۶۷ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسی سال ان کے آخری بادشاہ ”العاقد“ کی وفات کے ساتھ ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا.... ان کے دور حکومت میں بدعات و منکرات کا غلبہ رہا.... فساد یوں کی کثرت اور علماء و عباد کی قلت رہی....“

اس سے کچھ ہی پہلے ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے تمام مصر میں جی علی خیر العمل کے کلمات اذان سے نکلوائے اس موضوع پر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ کی ”القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد ختم الرسل“ بہترین تالیف ہے۔

اور یہ امر تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے والدین، اولاد اور تمام جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”لا يؤمن أحدکم حتی اکون أحب إلیه من ولده ووالده والناس أجمعین“

تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح مسلم: ۴۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق چلنے کا نام ہے نوا ایجاد بدعات اختیار کرنے کا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [آل عمران: ۳۱]

## بعض شخصیات کے اعتبار سے لوگوں کو جانچنے کی بدعت

اس زمانے میں رونما ہونے والی بدعات میں سے ایک نہایت بری بدعت اہل سنت میں سے بعض افراد کا لوگوں کو شخصیات کے اعتبار سے جانچنے کی بدعت ہے۔ خواہ ایسا جانچنے جانے والے فرد کے ساتھ دوستی اور بے مروتی کی بنا پر کیا جائے یا معیار بنائے جانے والی شخصیت کے بارے میں غلو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر امتحان دینے والے کی مرضی کے مطابق جواب ہے تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور یہ مدح و توصیف میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔ اور اگر دوسری

صورت ہو تو کسوٹی پر رکھے گئے شخص کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔ ناقابل اعتبار کہہ کر اس سے کنارہ کشی کر لی جاتی ہے اور لوگوں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین شروع ہو جاتی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ سے اقتباسات نقل کر رہے ہیں جن میں سب سے پہلے لوگوں کو شخصیات کی کسوٹی پر رکھنے کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔ اور آخر میں کچھ شخصیات میں غلو کرتے ہوئے ان کو معیار قرار دے لینے کو بدعت ہونا بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مجموع فتاویٰ (۴/۳۶۳) میں یزید بن معاویہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس بارے میں صحیح طریق کار وہ ہے جو ائمہ نے اختیار کیا کہ نہ اس سے خصوصی محبت رکھی جائے اور نہ اسے لعن طعن کا نشانہ بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ فاسق اور ظالم بھی ہو تو اللہ تعالیٰ فاسق اور ظالم کو معاف کرنے والا ہے خاص طور پر جب وہ بڑے نیک اعمال بھی بجالایا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدہ ام حرام (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم“ میری امت میں سے جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش پائے گا۔

[بخاری: ۲۹۲۴]

اور جس لشکر نے قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ کیا اس کا امیر یزید بن معاویہ (۱) تھا اور سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اس لئے اس معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے کہ یزید بن معاویہ کا اس طرح ذکر کر کے مسلمانوں کا امتحان نہ لیا جائے اس لئے کہ ایسا کرنا اہل سنت والجماعت کے طریقہ کے خلاف ایجاد کی جانے والی بدعات میں سے ہے۔“

مزید فرماتے ہیں: ”اسی طرح امت میں افتراق پیدا کرنا اور افراد امت کو ایسے معیار پر پرکھنا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا (بدعات میں سے ہے)“ (فتاویٰ: ۴/۱۵۸)

نیز فرمایا: ”کسی کو حق نہیں ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا) کسی خاص شخصیت کو معیار بنا کر اس کے طریقہ کی دعوت دینا شروع کر دے اور اس کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنالے اور نہ ہی ایسا کرنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور اجماع امت کے سوا کسی کی بات کو کسوٹی بنالے اور اسی کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنالے۔ ایسا کرنا اہل سنت کا طریقہ نہیں بلکہ یہ اصل بدعتوں کی روش ہے جو کسی شخصیت یا کلام کو معیار بنا لیتے ہیں اور اسے امت کے درمیان تفرقہ کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی بات یا اسی نسبت سے محبت کرتے یا دشمنی رکھتے ہیں“ (فتاویٰ: ۱۶۴/۲۰)

اور (فتاویٰ: ۱۶۴/۲۸-۱۵) میں فرماتے ہیں: ”اگر معلم یا مربی حکم دے کہ فلاں شخص سے قطع تعلق کر لو یا اس کی توہین کر دیا اسے نظروں سے گرا دیا اس کو دور کر دو تو دیکھنا چاہئے اگر اس شخص نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو شریعت کی نگاہ میں گناہ ہے تو اسے اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی اس سے زیادہ نہیں اور اگر شرعی لحاظ سے اس نے کوئی گناہ

(۱) یزید کا قسطنطنیہ پر پہلے حملہ آؤر لشکر میں شامل ہونا باسناد صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کی مزید تحقیق کے لئے دیکھئے میرا مضمون ”حدیث قسطنطنیہ اور یزید“

ہی نہیں کیا تو صرف استاد یا کسی اور کی خواہش پر اسے سزا نہیں دی جاسکتی۔“ (۱)  
اساتذہ کا کام لوگوں کے تعلقات خراب کرنا اور ان کے درمیان بغض و عداوت پیدا کرنا نہیں بلکہ نیکی کے کاموں میں  
باہم تعاون کرنے والے بھائی بھائی بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾ [المائدہ: ۲]

اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

اگر اس زمانے میں لوگوں کو اس طرح پرکھنا روا ہوتا کہ معلوم کیا جاسکے کہ کون اہل سنت اور کون دوسروں میں سے  
ہے تو اس لحاظ سے سب سے زیادہ حق رکھنے والی شخصیت شیخ الاسلام، مفتی عالم، امام اہل السنۃ فی زمانہ ہمارے شیخ  
عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز (متوفی ۲۷ محرم ۱۴۲۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اجر عظیم  
عطا فرمائے کہ ہر خاص و عام ان کی وسعت علم اور عموم نفع، صداقت، شفقت، نرم دلی، لوگوں کی ہدایت و استقامت کی  
حرص کا شاہد ہے۔ ہم ان کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں۔ ولا نزکی علی اللہ أحدا۔

ان کا دعوت الی اللہ (لوگوں کو بھلائی کی تعلیم و ترغیب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں منفرد انداز تھا۔ کہ  
نرم خوئی اور ملائمت جس کا طرہ امتیاز تھا۔ جو ان کی ہر نصیحت اور دوسروں کے جوابات میں مترشح ہوتا تھا جس میں اہل  
سنت کے ساتھ مقابلہ آرائی کے بجائے ان کی رہنمائی ہوتی۔ ان میں محاذ آرائی کے بجائے ان کی ترقی کی فکر کارفرما  
ہوتی جس پر چل کر وہ عروج کی منزلیں طے کر سکتے ہیں اور عیوب و نقائص سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ایسا طریقہ جو افتراق  
کو مٹاتا اور اتفاق پیدا کرتا ہے، ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتا ہے جڑے ہوؤں کو توڑتا نہیں، جس میں بناؤ ہی بناؤ ہے بگاڑ نہیں،  
جس میں تعلیمات نبویہ کے مطابق لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا مقصود ہے دشواریوں سے دوچار کرنا نہیں۔ علماء اور  
طالب علموں کو (مسلمانوں کی بھلائی کے حصول اور انہیں مشکلات سے نکالنے کے لئے) اس عظیم و مستقیم منہج اختیار  
کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

اس صورت حال میں عقیدت کے ساتھ اتباع کرنے والوں اور جن لوگوں کی اتباع کی جاتی ہے اور جو اس طرح  
لوگوں کو جانچنے کی عادت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس روش سے نجات حاصل کریں کہ جس نے اہل سنت میں افتراق پیدا  
کر کے آپس میں دشمنیاں پیدا کی ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ عقیدت مند حضرات اس طرح لوگوں کا امتحان لینا چھوڑ  
دیں بلکہ ماضی میں اس روش کے اثرات و نتائج بھی ختم کریں اور بغض و عداوت کو الفت سے بدل دیں اور نیکی و تقویٰ  
میں باہم تعاون کرنے والے بھائی بن جائیں۔ اور جن لوگوں کی اتباع کا دعویٰ کیا جاتا ہے انہیں بھی چاہئے کہ اپنے  
عقیدت مندوں کی اس روش سے لاطلفی اور بیزاری کا اعلان کر دیں۔ اس طرح اتباع کرنے والے اس مصیبت سے  
نجات پالیں گے اور جن لوگوں کی عقیدت کو بہانہ بنا کر ایسا کیا جاتا ہے وہ اس کی برائی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے

(۱) اس بہترین کلام میں ان کا غدی تنظیموں و جماعتوں کے امراء کا رد ہے جو اپنے مامورین و متبعین کو تسلیم پرستی، جماعت پرستی اور حزبیت کی تعلیم دیتے  
ہوئے، اپنے مخالفین سے بائیکاٹ اور دوری کا حکم دیتے ہیں۔ [ز-ع]

والے برے اثرات سے بری الذمہ ہو سکیں گے۔

## عصر حاضر میں اہل سنت کے ایک دوسرے پر حرف گیری کرنے اور ایک

### دوسرے کو بدعتی قرار دینے کے فتنہ پر تنبیہ

شخصیات کو معیار بنا کر لوگوں کو پرکھنے کے قریب قریب ہی ایک اور بدعت ہے جو اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی ہے وہ یہ کہ اہل سنت میں سے ایک مختصر گروہ اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہے اپنے اہل سنت بھائیوں پر حرف گیری کرتا ہے اور انہیں بدعتی کہتا ہے اور اس کے نتیجے میں آپس میں قطع تعلقی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس طرح کی نکتہ چینی اور بدعتی قرار دینا بسا اوقات صرف ایسے عمل کو بدعت سمجھ لینے کی بنا پر ہوتا ہے جو درحقیقت بدعت نہیں۔ اس کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ جلیل القدر شیخین عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد صالح العثیمین رحمہما اللہ نے ایک معاملہ کو قرین مصلحت سمجھتے ہوئے اس کا فتویٰ دے دیا جو اس مختصر گروہ کو پسند نہیں آیا تو انہوں نے اس فتویٰ پر نکتہ چینی شروع کر دی لیکن معاملہ یہیں نہیں رکا بلکہ نکتہ چینی کا دائرہ ان لوگوں تک وسیع کر دیا گیا جو محاضرات و درس کے سلسلہ میں شیخین مذکورین کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور کہا جانے لگا کہ یہ لوگ سلف کے طریقہ سے منحرف ہیں حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر شیخ اس جماعت کے ہاں بھی ٹیلیفون کے ذریعے درس دیتے تھے۔

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کسی خاص شخص کے درسوں میں حاضر ہونے سے یہ کہہ کر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ فلاں شخصیت یا فلاں جماعت کے بارے میں نکتہ چینی کرتا ہے اور اس مہم کا سرکردہ شخص میرا ایک شاگرد (۱) ہے جو کلیہ شرعیہ میں جامعہ اسلامیہ سے ۱۳۹۵-۱۳۹۶ھ کو فارغ ہوا۔ جس کی کامیاب ہونے والے ایک سو انیس (۱۱۹) طلبہ میں سے ایک سو چارویں (۱۰۴) پوزیشن تھی۔ وہ علم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور نہ میرے علم کے مطابق اس کے کوئی ایسے درس ہیں جن کے کیسٹ تیار ہوتے ہوں اور نہ اس کی کوئی چھوٹی بڑی تالیف ہے اس کی تمام تر کائنات حرف گیری، بدعت قرار دینے اور اہل سنت سے دور رہنے کی تلقین ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ علم و عمل میں ان لوگوں کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتا جن پر نکتہ چینی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے محاضرات، درس اور تالیفات سے ایک زمانہ استفادہ کر رہا ہے۔ جب کوئی سلیم العقل آدمی اس کا کیسٹ سنتا ہے جو مدینہ منورہ اور الجزائر کے مابین ٹیلیفونک مکالمہ پر مشتمل ہے تو اس کی حیرت کی حد نہیں رہتی جس میں اس نے اہل سنت میں سے کثیر تعداد کا گوشت کھایا ہے (غیبت کی ہے) اور اس میں سائل نے اپنا مال ناحق ضائع کیا ہے جن شخصیات کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کی تعداد تیس سے زائد ہے ان میں وزیر بھی ہیں اور چھوٹے بڑے دوسرے افراد بھی۔ اور ان میں چند افراد ایسے بھی ہیں جن کے متعلق افسوس نہیں ہوتا، اور کچھ لوگ اس سے بچے رہے اور بعض لوگ جو اس سے بچ پائے وہ دوسرے کیسٹوں میں نہیں بچ سکے۔

(۱) اس سے مراد شیخ فالح بن نافع الحرمی المدنی ہیں۔ (واللہ اعلم) شیخ فالح پر شیخ ربیع المدخلی نے بھی رد لکھا ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۱۱: ص ۴۰، ۴۱

ان کے بارے میں معلومات انٹرنیٹ پر سائٹ میں دے دی گئی ہیں۔ اس شخص پر واجب ہے کہ علماء اور طلاب علم کی گوشت خوری سے ہاتھ اٹھائے جبکہ جو انوں اور طالب علموں کا فرض ہے کہ اس تنقید اور تبدیع کی طرف توجہ نہ دیں جس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر ضرر رساں ہے نیز انہیں چاہئے کہ ایسے مفید علم کے حصول میں مصروف ہوں جو ان کے لئے مفید ہو اور خود ان کے لئے دنیا و آخرت میں بھلائی کا باعث ہو۔

ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی کتاب تبیین کذب المفتري (ص ۲۹) میں فرماتے ہیں:

”میرے بھائی! اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق سے نوازے کہ ایسے کام کریں جو اسے راضی کریں، اور ہم سب کو اپنی خشیت سے بہرہ مند فرمائے اور ایسا تقویٰ عطا فرمائے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اچھی طرح جان لو علما رحمہم اللہ کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تنقیص کرنے والوں کی پردہ دری سنت الہیہ ہے۔“

اور میں نے اپنے رسالہ ”رفقا اهل السنة بأهل السنة“ میں اہل سنت اور خاص طور پر اس علم کے بارے میں زبان کو محتاط رکھنے کے متعلق بہت سی آیات، احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں۔ اس کے باوصف میرا وہ رسالہ ان تنقیص پسندوں کو پسند نہیں آیا اور اسے ناقابل اشاعت قرار دے دیا اور اس کے مطالعہ اور اس کی نشر و اشاعت سے بھی منع کر دیا اور کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی اس رسالے کو پڑھے اور پھر اس کے متعلق اس جارحانہ رویہ کو دیکھے گا تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے اور معاملہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد و ينكر الفم طعم الماء من سقم

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آنکھوں کو آشوب کے سبب سورج کی روشنی بھی لگتی ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ بیماری کے سبب منہ کو پانی کڑوا لگتا ہے۔

جہاں تک ہمارے اس شاگرد کا ہمارے رسالہ ”رفقا اهل السنة بأهل السنة“ کے بارے میں یہ کہنا ہے مثال کے طور پر کلام کرنا ہے کہ ”شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ ابن تیمیہ دوسرے اہل سنت سے الگ منہج رکھتے ہیں اور یہ بلاشبہ غلط ہے کیونکہ اس سے مؤلف رسالہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے اور لکھیں بھی تو صرف مخالفین کے جوابات لکھتے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو اہل سنت کے منہج کے خلاف ہے اور درحقیقت شیخین کی عیب جوئی ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے علما کی بھی تنقیص ہے جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے“

اس کا جواب کئی وجہ سے دیا جاسکتا ہے۔

اول: اس رسالہ میں ہرگز نہیں ہے کہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے۔ کیوں نہیں؟ دوسروں کی تردید میں لکھے گئے ان کے مضامین و رسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں اور رسالہ میں تحریر کیا گیا ہے (ص: ۵۱) مناسب یہ ہے کہ تردید میں لکھا گیا مضمون ملائمت اور نرمی سے متصف ہو اور اس میں غلطی میں مبتلا کی سلامتی کی رغبت نہ ہو اور تردید بھی ایسی خطا پر ہونی چاہئے جو بالکل واضح ہو۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے جوابات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس کا مناسب ترین طریقہ دیکھنے کے لئے ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔



دوم: جوابات کے سلسلہ میں میں نے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے منہج کا بالکل حوالہ نہیں دیا تھا اس لئے کہ کسی کی تردید میں نے ان کا کوئی رسالہ چھوٹا موٹا بھی نہیں دیکھا۔ میں نے شیخ کے ایک ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے والے شاگرد سے بھی دریافت کیا تو اس نے بھی بتایا کہ اسے شیخ کے کسی ایسے مضمون یا رسالہ کا علم نہیں اور یہ ان میں اعتراض یا تنقید کا موجب نہیں اس لئے کہ وہ علم کے بیان اور تالیف اور نشر و اشاعت میں مشغول ہیں۔

سوم: شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا منہج ہمارے تنقید کے شوقین شاگرد اور ان جیسے حضرات سے قطعاً مختلف ہے اس لئے کہ شیخ کے منہج کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ملائمت اور نرمی سے متصف ہے اور اس میں اس شخص کے ساتھ مکمل خیر خواہی پائی جاتی ہے جس کو نصیحت کرنا مقصود ہے اور اسے سلامتی کے راستے پر واپس لانا مطمح نظر ہوتا ہے جبکہ ہمارے تنقید پسند شاگرد اور ان جیسے حضرات، تشدد، نفرت اور دور کرنے کو تیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور جن افراد پر اپنے کیسٹوں میں اس تنقید پسند نے کلام کیا ہے ان میں سے بہت سے لوگوں کو شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ بہت اچھے الفاظ میں یاد کرتے تھے، انہیں دعائیں دیتے تھے اور انہیں لوگوں میں دعوت و تعلیم کا کام جاری رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ اور لوگوں کو ان سے مستفید ہونے اور علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

الغرض میں نے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی نسبت یہ نہیں کہا کہ وہ دوسروں کا رد نہیں کرتے تھے اور جہاں تک ابن عثیمین رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان کا تو میں نے اس سلسلہ میں نام بھی نہیں لیا۔ اس لئے اس تنقیص پسند نے جو کچھ لکھا ہے اس کا رسالے کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ موصوف بغیر سوچے سمجھے اندھیرے میں تیر چلانے کے شوقین ہیں جب ان کا تحریر میں یہ حال ہے تو تقریر میں کیا ہوگا؟ اور اس تنقیص پسند نے یہ جو کہا ہے کہ: ”میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے اور اس بارے میں اہل سنت کے موقف کا مجھے علم ہے آپ نے بعض علماء و مشائخ کے تحریر کردہ جوابات پڑھے ہوں گے میں نہیں سمجھتا کہ جوابات اب موقوف ہو جائیں گے کچھ لوگ ہیں جو لکھتے ہی رہیں گے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جاء شقیق عارض رمحہ ان بنی عمک فیہم رماح

شقیق (سگا بھائی) اپنے نیزے کو تھامے ہوئے چل رہا ہے اسے بتاؤ کہ تمہارے مقابل تمہارے چچیرے بھائیوں کے پاس بھی بہت سے نیزے ہیں۔

اس نے اسی طرح ”عارض“ لکھا ہے جب کہ درست ”عارضاً“ ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن اہل سنت کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے وہی تو ہیں جن کا اسلوب و منہج شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے بالکل مختلف ہے جس کی طرف میں نے کچھ ہی دیر پہلے اشارہ کیا ہے اس کا مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ اپنی جان پہچان کے لوگوں کو رسالے کے خلاف اکسانے کے بعد ان لوگوں کو بھی اس کے خلاف برا بھانتہ کرے جنہیں وہ نہیں جانتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے نیزہ نہیں نکالا میں نے تو خیر خواہی ظاہر کی جسے اس تنقیص پسند اور اس جیسے لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے کہ نصیحت تو نصیحت کیے گئے فرد کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو مرلیض کے

لئے دوا کی ہے اور بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوا استعمال کرتے ہیں چاہے وہ کڑوی ہو اس لئے کہ اسے اس کے استعمال میں فائدہ کی امید ہوتی ہے لیکن جنہیں نصیحت کی جاتی ہے ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خواہش نفس انہیں نصیحت سے دور رکھتی ہے وہ صرف یہی نہیں کہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق سے نوازے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔

ہمارے اس تنقیص پسند شاگرد کے مشن میں تین افراد (شریک) ہیں۔ ان میں سے دو تومکہ اور مدینہ میں ہیں دونوں جامعہ اسلامیہ مدینہ میں میرے شاگرد<sup>(۱)</sup> رہے ہیں۔ ان میں سے پہلا (۱۳۸۴-۱۳۸۵ھ) میں فارغ ہوا جبکہ دوسرے نے (۱۳۹۱-۱۳۹۲ھ) میں فراغت پائی۔ تیسرا<sup>(۲)</sup> مارے وطن کے جنوب بعید سے تعلق رکھتا ہے دوسرے اور تیسرے نے اس رسالہ کے تقسیم کرنے والے کو بدعتی قرار دیا ہے اور بدعت کا فتویٰ انہوں نے عام اور تھوک کے حساب سے جاری کر دیا مجھے معلوم نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے یا نہیں کہ اسے ایسے علما اور طلبہ نے تقسیم کیا ہے جنہیں بدعتی نہیں کہا جاسکتا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ فتویٰ صادر کرنے والے حضرات مجھے ان ملاحظات پر مطلع فرمائیں گے جن کی بنا پر انہوں نے بدعت کا عمومی حکم لگایا۔

شیخ عبدالرحمن السدیس امام و خطیب مسجد حرام کا ایک خطبہ ہے جو انہوں نے مسجد حرام کے منبر پر ارشاد فرمایا۔ اس میں انہوں نے اہل سنت کے ایک دوسرے کے بارے میں اس طرح کی نکتہ چینی کرنے سے پرہیز کرنے کی تلقین کی تھی۔ ہم بھی اس کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر بہت اہم اور مفید ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ سب کو اپنی رضا کے طالب بننے کی توفیق دے۔ دین میں تفقہ اور حق پر ثبات قدمی عطا فرمائے اور لایعنی کاموں سے بچا کر ایسے عمل بجالانے کی توفیق دے جو توجہ اور اہتمام کے لائق ہیں۔ بلاشبہ وہی اس کا سر اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ

(ختم شد والحمد للہ)

(۱) ان دونوں سے مراد شیخ ربیع المدخلی اور شیخ عبید الجابری ہیں (واللہ اعلم) شیخ عبید الجابری کے لئے دیکھئے الحدیث: ۱۵: ص ۷

(۲) ان سے مراد شیخ احمد بن یحییٰ بن محمد النجفی ہیں۔ آپ حیران، سعودی عرب میں رہتے ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

تنبیہ: شیخ ربیع المدخلی، شیخ فالح الحربی، شیخ احمد النجفی اور شیخ عبید الجابری کی بڑی خدمات ہیں۔ انہوں نے فرق ضالہ پر بہترین ردود لکھے یا لکھوائے ہیں۔ ادارہ الحدیث، ان علماء و دیگر سلفی علماء کی خدمات کا معترف ہے اور علمائے حق کے باہمی اختلافات میں غیر جانبدار ہے تاہم ان علماء کا بعض دوسرے سلفی علماء پر ذاتی مخالفت کی وجہ سے رد و جرح کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم/ حافظ ندیم ظہیر



- ۱۔ وضوء کریں (۱)
  - ۲۔ شرائط نماز پوری کریں (۲)
  - ۳۔ قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں (۳)
  - ۴۔ تکبیر (اللہ اکبر) کہیں (۴)
  - ۵۔ تکبیر کے ساتھ رفع یدین کریں (۵)
  - ۶۔ اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں (۶)
  - ۷۔ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھیں (۷)
  - ۸۔ اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه
  - ۹۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں (۹)
  - ۱۰۔ سورہ فاتحہ پڑھیں (۱۰)
  - ۱۱۔ آمین کہیں (۱۱)
  - ۱۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں (۱۲)
- (۱) حدیث ”لا تقبل صلوٰۃ بغير طهور“ وضوء کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی / رواہ مسلم فی صحیحہ: (۵۳۵) [۲۲۲/۱] نیز دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۵۱
- (۲) حدیث ”وصلوا کما رأیتمو نونی أصلي“ اور نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے / رواہ البخاری فی صحیحہ: ۶۳۱
- (۳) موسوعۃ الإمام جماع فی الفقہ الاسلامی (ج ۲ ص ۷۰۴) وانظر صحیح البخاری: ۶۲۵۱
- (۴) عبدالرزاق فی المصنف (۲۸۹/۳، ۲۸۹/۴، ۲۸۹/۵) وسندہ صحیح، وصحیح ابن الجارود بروایتہ فی المنقح (۵۴۰)
- زبان کے ساتھ نماز جنازہ کی نیت ثابت نہیں ہے۔
- (۵) عن نافع قال ”کان (ابن عمر) یرفع یدیه فی کل تکبیرۃ علی الجنائزۃ“ (ابن ابی شیبہ فی المصنف ۲۹۶/۳، ۲۹۶/۴، ۲۹۶/۵ وسندہ صحیح)
- (۶) البخاری: (۷۴۰) والإمام مالک فی الموطأ (۱۵۹/۱، ۱۵۹/۲، ۱۵۹/۳)
- (۷) أحمد فی مسندہ (۲۲۶/۵، ۲۲۶/۶، ۲۲۶/۷) وسندہ حسن، وعین ابن الجوزی فی تحقیق (۲۸۳/۱، ۲۸۳/۲، ۲۸۳/۳)
- تنبیہ: یہ حدیث مطلق نماز کے بارے میں ہے جس میں جنازہ بھی شامل ہے کیونکہ جنازہ بھی نماز ہی ہے۔
- (۸) سنن ابی داؤد (۷۷۵) وسندہ حسن
- (۹) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح وصحیح ابن خزیمہ (۴۹۹) وابن حبان (۱۷۹۷) والحاکم علی شرط الثمینی (۲۳۲/۱) ووافقہ الذہبی وأخطأ من ضعفہ (۱۰۰) البخاری (۱۳۳۵) وعبدالرزاق فی المصنف (۲۸۹/۳، ۲۸۹/۴، ۲۸۹/۵) وابن الجارود (۵۴۰)
- ☆ چونکہ سورہ فاتحہ قرآن ہے لہذا اسے قرآن (قرأت) سمجھ کر ہی پڑھنا چاہیے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ قرأت (یعنی قرآن) سمجھ کر نہ پڑھی جائے بلکہ صرف دعا سمجھ کر پڑھی جائے ان کا قول باطل ہے۔ (۱۱) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح، ابن حبان (۱۸۰۵) وسندہ صحیح (۱۲) مسلم فی صحیحہ (۴۰۰/۵۳) وصحیح والشافعی فی الام (۱۰۸/۱) وصحیح الحاکم علی شرط مسلم (۲۳۳/۲) ووافقہ الذہبی وسندہ حسن

۱۳۔ ایک سورت پڑھیں (۱)

۱۴۔ پھر تکبیر کہیں (۲) اور رفع یدین کریں (۳)

۱۵۔ نبی صلی اللہ پر درود پڑھیں (۴) مثلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ  
مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ  
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (۵)

۱۶۔ تکبیر کہیں (۶) اور رفع یدین کریں (۷)

۱۷۔ میت کے لئے خالص طور پر دعا کریں (۸)

چند مسنون دعائیں درج ذیل ہیں

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرْنَا وَانْشَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاحْيِهِ عَلٰی  
الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلٰی الْاِيْمَانِ (۹)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَاَرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نَزْلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلَجِّ وَالْبَرَدِ ،  
وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ ، وَاَيِّدْ لَهُ دَارَ اٰخِرٍ اَمِنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا اَمِنْ  
اَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا اَمِنْ زَوْجِهِ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (۱۰)  
اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا بَنَ فُلَانًا فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ ، فَاَعِزَّهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ  
اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۱)

(۱) الترمذی (۱۹۸۹ء، ۷۴/۳) وسندہ صحیح

(۲) البخاری (۱۳۳۴) ومسلم (۹۵۲)

(۳) ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کھول، زہری، قیس بن ابی حازم، نافع بن خیر اور حسن بصری وغیرہم سے جنازے میں رفع یدین ثابت ہے  
دیکھئے الحدیث: ۳ (ص ۲۰) اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی رائج ہے نیز دیکھئے جنازہ کے مسائل فقہ: ۳

(۴) عبدالرزاق فی المصنف (۲۸۹/۳ ح ۶۴۲۸) وسندہ صحیح

(۵) البخاری فی صحیحہ (۳۳۷۰) والبیہقی فی السنن الکبریٰ (۱۲۸/۲ ح ۲۸۵۶)

(۶) البخاری (۱۳۳۴) ومسلم (۹۵۲)

(۷) ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح

(۸) عبدالرزاق فی المصنف (۶۴۲۸) وسندہ صحیح وابن حبان فی صحیحہ (الموارد: ۷۵۴) وابدودود (۳۱۹۹) وسندہ حسن

تنبیہ: اس سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا ہے دیکھئے باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنائزۃ (ابن ماجہ: ۱۴۹۷)

(۹) الترمذی (۱۰۲۴) وسندہ صحیح، وابدودود (۳۲۰۱) مسلم (۹۲۳/۸۵) وترقیم دارالسلام: ۲۲۳۲

(۱۱) ابن المنذر فی الاوسط (۴۳۱/۵ ح ۳۱۷۳) وسندہ صحیح، وابدودود (۳۲۰۲)

اللَّهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي حَسَنَاتِهِ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ (۱)

اللَّهُمَّ أَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (۲)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَنَاوَدَّ كَرِنَا وَانْقَانَا وَشَاهِدِنَا وَعَائِنَا، اللَّهُمَّ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْهُمْ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ أَبْقَيْتَهُ مِنْهُمْ فَأَبْقِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ (۳)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِهَذِهِ النَّفْسِ الْحَنِيفِيَّةِ الْمُسْلِمَةِ وَاجْعَلْهَا مِنَ الَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقَهَّاءَ عَذَابِ الْجَحِيمِ (۴)

۱۸۔ میت پر کوئی دعا موقت (خاص طور پر مقرر شدہ) نہیں ہے (۵) لہذا جو بھی ثابت شدہ دعا کر لیں جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول اور تابعین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر کئی دعائیں جمع کی جاسکتی ہیں۔

۱۹۔ پھر تکبیر کہیں (۶)

۲۰۔ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیر دیں (۷)

(۱) مالک فی الموطا (۲۲۸/۱ ح ۵۳۶) و اسنادہ صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

(۲) مالک فی الموطا (۲۲۸/۱ ح ۵۳۷) و اسنادہ صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

یہ دعا سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ معصوم بچے کی میت پر پڑھتے تھے۔

(۳) ابن ابی شیبہ فی المصنف (۲۹۳/۳ ح ۱۱۳۶۱) عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، موقوف و سندہ حسن

(۴) ابن ابی شیبہ (۲۹۳/۳ ح ۱۱۳۶۶) و سندہ صحیح، و هو موقوف علی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

(۵) ابن ابی شیبہ (۲۹۵/۳ ح ۱۱۳۷۰) عن سعید بن المسیب و الشعمی (۱۱۳۷۱) عن محمد (بن سیرین) و غیرہم من آثار التابعین قالوا: لیس علی

المیت دعا موقت (نحو المعنی) و هو صحیح عنہم

(۶) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲)

(۷) عبدالرزاق (۴۸۹/۳ ح ۶۴۲۸) و سندہ صحیح، و هو مرفوع، ابن ابی شیبہ (۳۰۷/۳ ح ۱۱۳۹۱) عن ابن عمر من فعلہ و سندہ صحیح

تنبیہ: نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنائز (ص

۱۲۷) میں بحوالہ بیہقی (۴۳۸/۴) نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام والی روایت لکھ کر اسے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی سند دو وجہ سے ضعیف

ہے (۱) حماد بن ابی سلیمان مخطوط ہے اور یہ روایت قبل از اختلاف نہیں ہے (۲) حماد مذکور مدلس ہے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۴۵) اور

روایت معتن ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص جنازے میں دو سلام پھیرتا ہے وہ جاہل ہے جاہل ہے (مسائل

ابی داود عن الامام احمد ص (۵۴) و سندہ صحیح)



تنبیہ: یہ بات عجیب و غریب ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی و سنن دارقطنی کی دونوں ضعیف سندوں کو ملا کر ”حسن“ قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی تحقیق کے سراسر برخلاف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دونوں سندوں کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔

۴۔ نماز جنازہ سر بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱ ح ۱۹۹۱ والحدیث: ص ۳۵ وسندہ صحیح) اور جہر بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱ ح ۱۹۸۹ وھدیۃ المسلمین، جدید ص ۹۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اگر تمام مقتدی سورہ فاتحہ فی الجنائزہ پڑھنے کے قائل ہوں تو جنازہ سر پڑھنا افضل ہے اور اگر مقتدی حضرات سورہ فاتحہ فی الجنائزہ پڑھنے کے قائل نہ ہوں، انہیں فاتحہ فی الجنائزہ کی تعلیم مطلوب ہو تو جنازہ جہر پڑھنا افضل ہے۔ واللہ اعلم

۵۔ نماز جنازہ میں دعائے استفتاح ((سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جددک)) راجح پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے مسائل ابی داود (ص ۱۵۳) واحکام الجنائز (ص ۱۱۹) والاسئلۃ والالجوبۃ الفقہیہ (۲۶۳/۱) والاوسط لابن المنذر (۴۳۶/۵)

تنبیہ: سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے جنازہ میں سبحانک اللہم راجح پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

امام شعبی سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ ”فی الاولی ثناء علی اللہ“ راجح (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۷) ومصنف عبدالرزاق ۴۹۱/۳ ح ۶۴۳۴ ونماز مسنون، عبدالحمید سواتی ص ۳۰، فیسفیان الثوری مدلس وعین)

اس میں ثناء سے مراد حمد (سورہ فاتحہ) ہے جیسا کہ شعبی سے ہی دوسری ضعیف سند میں آیا ہے (ابن ابی شیبہ ۲۹۵/۳ ح ۱۱۳۷)

محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کا مروجہ دعائے ثناء سیدنا فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ کی حدیث سے جائز سمجھنا (کتاب الجنائز ص ۵۲) مروج اور غلط ہے۔ واللہ اعلم

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تو صحابہ کی دو صفیں بنائیں (صحیح مسلم ۹۵۲/۶۶ وترمذی دار السلام: ۲۲۰۹)

جس روایت میں تین صفوں کی فضیلت کا ذکر آیا ہے (سنن ابی داود: ۳۱۶۶) اس کی سند محمد بن اسحاق بن یبار کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لہذا صفیں طاق ہوں یا جفت، دونوں طرح جائز ہے دیکھئے صحیح البخاری (باب من صف صفین او ثلاثہ علی الجنائزہ خلف الامام قبل ح: ۱۳۱)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو قبر میں سیدنا ابوطحہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے اتارا تھا، دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۴۲) باب من یدخل قبر المرأة)

معلوم ہوا کہ فوت شدہ عورت کی چار پائی کو غیر محرم ہاتھ لگا سکتے ہیں اور کندھا دے سکتے ہیں۔

۸۔ جنازے کی اطلاع دینا جائز ہے دیکھئے الحدیث: ص ۱۱-۱۸ والسنن الکبری للبیہقی (۷۴/۷)

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گشتی کرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا تھا (صحیح مسلم ۹۷۸/۱۰ ودار السلام: ۲۲۶۲)



۱۰: اگر بچہ مُردہ پیدا ہو یا پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے سنن ابی داؤد (۳۱۸۰ ولفظہ: والسقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرة والرحمة، ولساۃ صحیح)

محمد بن سیرین (تابعی) نے کہا: اگر بچے کی خلقت پوری ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہیے (ابن ابی شیبہ ج ۳/۱۵۸۸ ولسندہ صحیح)

۱۱: اگر جو تے پاک ہوں تو جو توں کے ساتھ فرض نماز و نوافل و سنن و جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری (۳۸۶) صحیح مسلم (۵۵۵)

۱۲: اگر جنازہ تیار ہو وضو کے لئے پانی نہ ملے اور جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح اور حکم بن عتیبہ کے نزدیک تیمم کر کے جنازہ پڑھنا جائز ہے (ابن ابی شیبہ ج ۳/۳۰۵ ولسندہ صحیح، ج ۱۴/۱۱۲ ولسندہ صحیح ج ۳/۱۱۴ ولسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اگر تم بے وضو ہو اور جنازہ فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے جنازہ پڑھ لو (ابن ابی شیبہ ج ۳/۴۰۵ ولسندہ حسن)

۱۳: شہید کا جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے صحیح البخاری (ج ۳/۱۳۴ باب الصلوۃ علی الشہید) صحیح مسلم (۲۲۹۶) کئی شہیدوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۵۰۳/۱ باب الصلوۃ علی الشہداء حدیث عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ولسندہ حسن) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مرد اور عورت کا (اکٹھا) جنازہ پڑھا تو مرد کی میت کو اپنے قریب رکھا (ابن ابی شیبہ ج ۳/۳۱۵ ولسندہ صحیح) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا تو عورت کی میت کو قبلے کی طرف اور لڑکے کو اپنے سامنے رکھا (ابن ابی شیبہ ج ۳/۳۱۵ ولسندہ صحیح) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نو آدمیوں کا جنازہ پڑھا تو اسے سیدنا ابو ہریرہ و سیدنا ابن عباس و سیدنا ابوسعید و سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہم نے سنت قرار دیا (عبدالرزاق فی المصنف ج ۳/۶۱۵ ولسندہ صحیح ج ۳/۶۳۷ ولسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ کئی اموات کا اکٹھا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۱۴: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔ دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۲۰) صحیح مسلم (۹۵۲) لہذا معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

۱۵: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۶) صحیح مسلم (۹۵۴)

مسند الزہری میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نہی عن الصلوۃ بین القبور قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے (کشف الاستار ج ۲/۲۲۱ ولسندہ حسن)

اس حدیث میں ممانعت سے مراد جنازہ نہیں بلکہ عام نمازیں ہیں۔ حافظ ابن حبان نے اس مفہوم کی ایک روایت کو کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے (الاحسان ج ۴/۵۹۶ ولسندہ ضعیف)

جس روایت میں ”نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور“ آیا ہے۔  
(المختارۃ للضیاء ۲۳۶/۵ ح ۱۸۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی ۲۹۳/۶ ح ۵۶۲۷)

اس کی سند حفص بن غیاث مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حفص مذکور کو محمد بن سعد وغیرہ نے مدلس قرار دیا ہے  
دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۱۶/۹)  
حفص بن غیاث کو مدلسین سے باہر نکالنا صحیح نہیں ہے۔

۱۶۔ اگر میت کا جنازہ پڑھ لیا گیا ہو تو دوبارہ جنازہ جائز ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۱۵  
سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی عاصم بن عمر کا جنازہ، تین دن کے بعد اُس کی قبر پر پڑھا (ابن ابی شیبہ  
۳۶۱/۳ ح ۱۱۹۳۹ وسندہ صحیح)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ، قبر پر دفن ہونے کے بعد پڑھا۔  
(مصنف عبد الرزاق ۳/۵۱۷ ح ۶۵۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۴۹۹ وسندہ صحیح)  
محمد بن سیرین (تابعی) سے اگر جنازہ فوت ہو جاتا تو وہ (دوبارہ) جنازہ پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۱/۳ ح  
۱۱۹۴۰ وسندہ صحیح)

۱۷۔ مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ سہیل بن البیضاء رضی اللہ عنہ کا جنازہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھا  
تھا (صحیح مسلم: ۳/۹ باب الصلوۃ علی الجنائز فی المسجد)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا (موطا امام مالک ۲۳۰/۱ ح ۵۴۲ وسندہ صحیح)  
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث: ”من صلی علی جنازة فی المسجد فلیس له شیء“ جو شخص  
مسجد میں جنازہ پڑھے اس کے لئے (خالص مسجد کی وجہ سے) کوئی چیز (اجر) نہیں ہے (سنن ابن ماجہ: ۵۱۷۱ واللفظ لہ  
سنن ابی داود: ۳۱۹۱ وسندہ حسن، وقولہ، فلا شیء لہ، یعنی من الاجر الخاص کما فرہ السندھی) کی رو سے افضل یہی ہے  
کہ مسجد سے باہر جنازہ پڑھا جائے۔

۱۸۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے میت کی چار پائی اس طرح رکھیں کہ میت کا سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف  
ہوں (اسی پر اجماع ہے) میت اگر مرد ہے تو امام اس کے سر کے سامنے قریب کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہے تو اس کے  
سامنے وسط میں امام کھڑا ہو۔ دیکھئے سنن الترمذی (۱۰۳۴ اوقال: هذا حدیث حسن) وصحیح البخاری (۱۳۳۱) وصحیح مسلم  
(۹۶۴)

۱۹۔ ایوب السختیانی رحمہ اللہ قبر پر (دفن ہونے کے بعد) کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۱/۳ ح ۱۱۷۱۰  
وسندہ صحیح)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی قبر پر دفن کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۰/۳ ح ۱۱۷۰۵  
وسندہ صحیح)

- محمد بن المنکدر (تابعی) نے بھی قبر پر دفن کے بعد دعا کی (عبدالرزاق ۵۰۹/۳ ح ۶۵۰۴ وسندہ صحیح)
- ۲۰۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: عصر اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یعنی جائز ہے۔ (موطا امام مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۴۰ وسندہ صحیح)
- نہیب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ، فجر کی نماز کے بعد پڑھا گیا تھا (موطا مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۳۹ وصحیح)
- عین طلوع شمس، بالکل زوال کے وقت اور عین غروب الشمس کے وقت جنازہ پڑھنا اور میت دفن کرنا ممنوع ہے دیکھئے صحیح مسلم (۸۳۱)
- ۲۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: کنا نغسل الميت فمنا من يغتسل الميت ومنا من لا يغتسل “ ہم میت کو نہلاتے تھے تو ہم میں سے بعض غسل کرتے اور بعض غسل نہ کرتے۔ (سنن الدارقطنی ۲/۲۷۲ ح ۱۸۰۲ وسندہ صحیح وصحیح الحافظ ابن حجر فی الخیص الجبیر ۱۳۸/۱ ح ۱۸۲)
- جن روایات میں میت کو نہلانے کی وجہ سے غسل اور جنازہ اٹھانے کی وجہ سے وضوء کا حکم ہے، وہ استنباب پر محمول ہیں دیکھئے الخیص الجبیر (۱۳۸/۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میت نہلانے والوں پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۳۹۸ وسندہ صحیح)
- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما میت نہلانے والے کو وضوء کرنے کا کہتے تھے (البیہقی ۳/۶۱۱ وسندہ حسن)
- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی میت کو خوشبو لگائی اور جنازہ اٹھا کر مسجد لے گئے آپ نے جنازہ پڑھا اور دوبارہ وضوء نہیں کیا (البیہقی ۳/۶۱۱، ۳۰۷ وسندہ صحیح)
- ۲۲۔ جنازے کے فوراً بعد اجتماعی یا انفرادی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
- ۲۳۔ امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ عورت چھوٹے بچے (کی میت) کو غسل دے سکتی ہے۔
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ میت کو غسل جنابت کرایا جاتا ہے۔
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ ریشمی کپڑے کا کفن نہیں پہنانا چاہیے۔
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور چیخ کر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر آزاد اور غلام کے جنازے اکٹھے ہوں تو امام کے قریب آزاد کا جنازہ رکھنا چاہیے۔
- ☆ جنازے کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنے پر اجماع ہے (تفصیلی بحث آگے آرہی ہے)
- ☆ اس پر اجماع ہے کہ حتی الامکان میت کو دفن کرنا فرض (کفایہ) ہے۔ جو شخص یا جماعت یہ کام کرے تو تمام مسلمانوں کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے (الاجماع ص ۴۲ فقرہ: ۸ تا ۸۵)

جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع یدین سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ج ۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۸/۳ ح ۱۱۳۸۸ و اسنادہ صحیح)

مکحول تابعی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ج ۱۱، وسندہ حسن)

امام زہری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ج ۱۱، وسندہ صحیح)

قیس بن ابی حازم (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ج ۱۱، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۵)

نافع بن جابر جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ج ۱۱، وسندہ حسن)

حسن بصری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ج ۱۲، وسندہ صحیح)

درج ذیل علماء سلف صالحین بھی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

۱۔ عطاء بن ابی رباح (مصنف عبدالرزاق: ۴۶۸/۳ ح ۶۳۵۸، ابن ابی شیبہ: ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۲ و سندہ قوی)

ب۔ عبدالرزاق (مصنف: ج ۶۳۴ و صحیح)

ج۔ محمد بن سیرین (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۷/۳ ح ۱۱۳۸۹، وسندہ صحیح)

ان تمام آثار سلف صالحین کے مقابلے میں ابراہیم نخعی (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۹۶ ح ۱۱۳۸۶، وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ جمہور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے اور یہی مسلک رائج و صواب ہے، واللہ

جنازے میں رفع یدین کا نہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ)

## اہم اعلان

- ☆ جو حضرات علماء اہل الحدیث (فوت شدہ) کی سیرت اور دینی خدمات وغیرہ پر ”الحدیث“ کے معیار کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحقیقی مضمون لکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے ”الحدیث“ کے صفحات حاضر ہیں۔
  - ☆ تمام خریداروں سے گزارش ہے کہ خط لکھتے وقت اور مئی آرڈر بھیجتے وقت اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھا کریں
- بصورت دیگر ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ شکریہ  
فضل اکبر کاشمیری



الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولہ الامین ، أما بعد :

رمضان، رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے۔ جو نبی اس ماہ کا آغاز ہوتا ہے ”فتحت أبواب الجنة“ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ”غلقت أبواب جہنم“ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ”سلسلت الشیاطین“ (سرکش) شیطانوں کو جھکڑ دیا جاتا ہے۔ [بخاری: ۱۸۹۸، ۱۸۹۹]  
اور جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے اس مہینے (رمضان) کے روزے رکھے اس کے گزشتہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۱۹۰۱]

روزہ دار ہی وہ خوش قسمت ہے جس کے لئے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ”الریان“ نامی دروازہ مخصوص ہے۔ [بخاری: ۱۸۹۶] اس کے برعکس ایسے آدمی کی ناک خاک آلودہ قرار دی گئی جس نے (اپنی زندگی میں) رمضان کا مہینہ پایا لیکن بخشش سے محروم رہا۔ [سنن ترمذی: ۳۵۴۵ و اسنادہ حسن]  
بڑے ہی نصیب والا ہے وہ شخص جو ”ماہ رمضان“ کی تمام تفضیلتیں کا حقہ اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ اللہم

اجعلنا منہ

## احکام:

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا: نبی ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسی کو دیکھ کر روزہ افطار کرو اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی میں تیس دن پورے کرلو۔ [بخاری: ۱۹۰۹، مسلم: ۱۰۸۱]  
روزے کی نیت: اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے لیکن نیت دل کے قصد و ارادے کا نام ہے نہ کہ زبان سے خود ساختہ الفاظ کا ادا کرنا جیسا کہ ”وبصوم غد نويت من شهر رمضان“ عوام میں مشہور ہے۔ حالانکہ یہ بے اصل ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سحری کے مسائل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کا کھانا فرق (کرتا) ہے۔ [مسلم: ۲۰۹۶] مزید ارشاد فرمایا: سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ [بخاری: ۱۹۲۳، مسلم: ۱۰۹۵]  
سحری کب تک کھا سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (تو اذان کی وجہ سے) اسے رکھ نہ دے بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ [ابوداؤد: ۲۳۵۰ و اسنادہ حسن]

مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ سحری کے وقت کے تعین میں لکھتے ہیں: ”جب کوئی شخص اذان سنے اور اسے معلوم ہو کہ یہ اذان فجر ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کھانے پینے سے رک جائے۔ اگر مؤذن طلوع فجر سے قبل اذان دے رہا ہو تو پھر رک جانا واجب نہیں بلکہ کھانا پینا جائز ہے۔“ [فتاویٰ اسلامیہ ۳/۲ طبع دارالسلام]

مذکورہ بالا حدیث نبوی کا تعلق ایسے حضرات کے لئے ہے جو دیر سے بیدار ہوں جب کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ان متساہلین کے لئے ہے جو پیٹ بھر کے کھانے کے باوجود اذان ختم ہونے تک کھاتے رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) حالت جنابت میں سحری کھانا: حالت جنابت میں سحری کھا کر بعد میں غسل کیا جاسکتا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم: (۸۰/۱۱۰۹)

تقاضائے روزہ: روزے کا تقاضا ہے کہ جھوٹ، بہتان، چغلی، غیبت، لڑائی، جھگڑے سے بچا جائے اور تقویٰ کو اپنایا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنہیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ [دارمی: ۲۷۲۳، اسنادہ حسن طبع دارالمعرفہ]

یعنی جو مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ [بخاری: ۱۹۰۳]

جن کاموں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: مباحات روزہ، غسل کرنا، مسواک کرنا، بھول کر کھانا پینا، بیگنی لگوانا، سرمہ لگانا، کنگھی کرنا اور تیل لگانا وغیرہ، دیکھئے صحیح بخاری کتاب الصوم۔

روزہ جلدی افطار کرنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ وہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ [بخاری: ۱۹۵۷، مسلم: ۱۰۹۸]

معلوم ہوا کہ وہ لوگ خطا پر ہیں جو قصداً روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں اور اسے احتیاط کا نام دیتے ہیں۔

افطاری کی دعا: ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَبَكَتِ الْأَعْيُنُ شَاءَ اللَّهُ [ابوداؤد: ۲۳۵۷ اسنادہ حسن]

اس کے علاوہ جو دعائیں مشہور ہیں وہ سنداً صحیح نہیں ہیں۔

قیام اللیل (تراویح): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۳۷]

قیام اللیل، تہجد، تراویح ایک ہی نماز کے نام ہیں لیکن عموماً رمضان کی رات کو کیا جانے والا قیام تراویح کے نام سے معروف ہے اور اس کی تعداد گیارہ رکعات [۲(۳+۸)+۲+۲+۲+۲+۱] ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ [مسلم: ۷۳۶]

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ: رمضان ہوا یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری: ۲۰۱۳]

ایسے ہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں [موطا امام مالک ج ۱۱ ص ۲۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۳] وقال البیہقی الحنفی ”اسنادہ صحیح“ آثار السنن (ص ۳۵۰) [معلوم ہوا کہ تراویح کی تعداد گیارہ رکعات (۸+۳) ہی ہے۔ اور واضح رہے کہ پورا ماہ رمضان امام کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنا مسنون اور افضل ہے دیکھئے سنن ترمذی (۸۰۶) جو حضرات اسے بدعت کہتے ہیں ان کا قول بے دلیل و مردود ہے۔

غیر اہل حدیث اور آٹھ تراویح: غیر اہل حدیث کے اکابرین نے بھی آٹھ رکعات تراویح کو تسلیم کیا ہے۔ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں: ”اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات تو بالاتفاق ہے، اگر خلاف ہے تو بارہ میں“ (براہین قاطعہ ص ۹۵)

عبدالشکور کھنوی دیوبندی نے اپنی کتاب علم الفقہ (ص ۱۹۸) میں آٹھ رکعات ہی کو مسنون قرار دیا ہے۔ روزہ اور اعتکاف کے اجماعی مسائل: اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا اس کا روزہ مکمل ہے۔

اجماع ہے کہ حری کھانا مستحب ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار کو بے اختیار قے آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ جو روزہ دار قصداً قے کرے اس کا روزہ باطل ہے۔

اجماع ہے کہ روزہ دار (اپنی) رال اور (اپنا) تھوک نکل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اجماع ہے کہ عورت کو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں اور درمیان میں ایام شروع ہو جائیں تو پاکی کے بعد پچھلے روزہ پر بنا کرے گی۔

اجماع ہے کہ ادھیڑ عمر، بوڑھے جو روزہ کی استطاعت نہیں رکھتے روزہ نہیں رکھیں گے (بلکہ فدیہ ادا کریں گے)

اجماع ہے کہ اعتکاف لوگوں پر فرض نہیں، ہاں اگر کوئی اپنے اوپر لازم کر لے تو اس پر واجب ہے۔

اجماع ہے کہ اعتکاف مسجد حرام، مسجد رسول، اور بیت المقدس میں جائز ہے۔ (۱)

اجماع ہے کہ معتکف اعتکاف گاہ سے پیشاب، پاخانہ کے لئے باہر جاسکتا ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف کے لئے مباشرت (بیوی سے بوس و کنار) ممنوع ہے۔

اجماع ہے کہ معتکف نے اپنی بیوی سے عمدہ حقیقی مجامعت کر لی تو اس نے اعتکاف فاسد کر دیا۔ (الاجماع لابن المنذر

وما علينا إلا البلاغ

(ص ۴۷، ۴۸)

(۱) ان تینوں مساجد میں بالاتفاق اعتکاف جائز ہے ان کے علاوہ دوسری مساجد میں اعتکاف اگرچہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن راجح یہی ہے کہ تمام مساجد میں اعتکاف جائز ہے۔ مزید دیکھئے اسی رسالے کا آخری اندرونی صفحہ۔





رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن فرمایا: ”لأعطين هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه ، يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله“ میں کل ضرور اس آدمی کو یہ جھنڈا دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو سارے لوگ سویرے سویرے ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، ہر آدمی یہ چاہتا تھا کہ جھنڈا اسے ملے۔ آپ (ﷺ) نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں بلا لاؤ۔ جب (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) آئے تو آپ (ﷺ) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تو وہ (فوراً) اس طرح ٹھیک ہو گئے جیسے کبھی بیمار ہی نہیں تھے۔ آپ (ﷺ) نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کو جھنڈا دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم اگر تیری وجہ سے ایک آدمی بھی ہدایت پر آجائے تو تیرے لئے یہ مال غنیمت کے سرخ انٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۴۲، صحیح مسلم: ۳۴۰۶، ۳۴۰۷)

اللہ تعالیٰ نے غزوہ خیبر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام ہے کہ اللہ اور رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ مشہور جلیل القدر صحابی اور فاتح قادسیہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ”أنت مني بمنزلة هارون من موسى ، إلا أنه لانبی بعدي“ تیری میرے ساتھ وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ (علیہما السلام) سے ہے بلایہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری: ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، مسلم: ۳۴۰۶، ۳۴۰۷)

اس حدیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یاد رہے کہ اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس ذات (اللہ) کی قسم ہے جس نے دانہ پھاڑا (فصل لگائی) اور مخلوقات پیدا کیں، میرے ساتھ نبی امی ﷺ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میرے (علی رضی اللہ عنہ کے) ساتھ محبت صرف مومن ہی کرے گا اور (مجھ سے) بغض صرف منافق ہی رکھے گا۔ (مسلم: ۷۸۱۳۱)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مومنین محبت کرتے ہیں اور بغض کرنے والے منافق ہیں۔ تمام اہل سنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ محبت کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آدمی آپ رضی اللہ عنہ کا درجہ بڑھا کر مشکل کشا اور حاجت روا بنا

دے یا آپ کے عظیم الشان ساتھیوں اور صحابہ کرام کو برا کہنا شروع کر دے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں خوب فرمایا ہے کہ: ”میرے بارے میں دو (قسم کے) شخص ہلاک ہو جائیں گے (۱) غالی (اور محبت میں ناجائز) افراط کرنے والا، اور (۲) بغض کرنے والا حجت باز“ (فضائل الصحابہ لئلام احمد ۲/۵۷۱ ح ۹۶۴ و اسنادہ حسن الحدیث: ۱۵ ص ۱۵) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ: ”ایک قوم (لوگوں کی جماعت) میرے ساتھ (اندھا دھند) محبت کرے گی حتیٰ کہ وہ میری (افراط والی) محبت کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی اور ایک قوم میرے ساتھ بغض رکھے گی حتیٰ کہ وہ میرے بغض کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی“ (فضائل الصحابہ ۲/۵۶۲ ح ۹۵۲ و اسنادہ صحیح، و کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۹۸۳ و سندہ صحیح الحدیث: ۱۵ ص ۱۵) چونکہ ان دونوں اقوال کا تعلق غیب سے ہے لہذا یہ دونوں اقوال حکماً مرفوع ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ باتیں بتائی ہوں گی۔ واللہ اعلم معلوم ہوا کہ دو قسم کے گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔

۱: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اندھا دھند محبت کر کے آپ کو خدا، مشکل کشا اور حاجت روا وغیرہ سمجھنے والے یا دوسرے صحابہ کرام کو برا کہنے والے لوگ مثلاً غالی قسم کے روافض وغیرہ

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے لوگ مثلاً خوارج و نواصب وغیرہ، تنبیہ: حکیم فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جو گستاخیاں کی ہیں ان سے تمام اہل حدیث بری الذمہ ہیں۔ اہل حدیث کا ناصبیوں اور رافضیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اہل حدیث کا راستہ کتاب و سنت والا راستہ ہے اور یہی اہل سنت ہیں۔ واللہ

سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: نبی ﷺ نے اس حالت میں وفات پائی کہ آپ (ﷺ) علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد (بن ابی وقاص) اور عبدالرحمن (بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین) سے راضی تھے۔ (البخاری: ۳۷۰۰) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جب آیت ﴿نَدْعُ آبَنَّا نُنَا وَابْنَانَا﴾ ہم اپنی اولاد لے آئیں اور تم اپنی اولاد لے آؤ (آل عمران: ۶۱) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا۔ پھر فرمایا: ”اللہم ہولاء اہلی“ اے اللہ! یہ میرے اہل (یعنی اہل بیت) ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۳۰۴ و دار السلام: ۶۲۲۰)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی ﷺ نے چادر کے نیچے فاطمہ، حسن، حسین اور علی (رضی اللہ عنہم) کو داخل کر کے فرمایا: ﴿اِنَّمَا بُرِّدُ اللّٰهُ لِيُدْهِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ اللہ صرف یہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے نجاست دور کر دے اور خوب پاک و طاهر کر دے۔ [الاحزاب: ۳۳] (صحیح مسلم: ۲۴۲۴) ان صحیح احادیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہے۔ یاد رہے کہ امہات المؤمنین بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”نساء ہ من اہل بیتہ“ آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۸ و دار السلام: ۶۲۲۵) عموم قرآن بھی اسی کا مؤید ہے۔ (جاری ہے)